رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

قیمت چار روپے آٹھ آنے

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے - ایل ایل بی مبلغ اسلام

جلد (۸) بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء نمبر (۳)

فہرست مضامین

۱ - شذرات - مترجم ... ۹۷
۲ - علمبردار اسلام خواجہ کمال الدین صاحب ۱۰۰
۳ - علمی یورپ کا ایک برگزیدہ کیمبرج یونیورسٹی کا گریجوایٹ / حلقہ سپرچولزم کا ایک معزز ممبر ایک انگریز خاتون کا مشرف بہ اسلام ہونا ۱۰۲
۴ - رسید زر ... ۱۰۴
۵ - ملفوظات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ۱۱۶
۶ - اسلامی اور عیسائی تہذیب از قلم مسٹر آر تیسان صاحب ۱۲۳
۷ - نور وہدایت کا واحد ذریعہ از قلم چارلس و شبیر ۱۲۷
۸ - مشرق و مغرب ... ۱۳۱
۹ - جمہوریت اسلام ... ۱۳۳
۱۰ - ایک سچا انسان ... ۱۳۷
۱۱ - اپیل ... ۱۴۱

درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں

ضروری اعلان

(۱) کل خط وکتابت بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہیئے +

(۲) اشاعت اسلام لاہور ماہواری رسالہ ہے اور ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے،

(۳) رسالہ اشاعت اسلام کا چندہ بنام مینیجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ارسال فرمائیں +

(۴) خریداران رسالہ ازراہ کرم خط وکتابت کے وقت نمبر خریداری کا ضرور حوالہ دیں +

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام

خریداران رسالہ اشاعت اسلام ازراہ کرم توسیع اشاعت کی طرف توجہ فرمائیں

مینیجر

[illegible]

The Children of the L. & S.W. Railway Orphanage (Woking) Entertained by Muslims

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اشاعت اسلام

جلد (۸) بابت ماہ مارچ ۱۹۲۲ء نمبر (۳)

شذرات

اس رسالہ کو ہم اس فوٹو سے زینت دیتے ہیں جو سمتھ ویسٹرن ریلوے یتیم خانہ کے بچوں کو چائے پر مدعو کرنے کے بعد لیا گیا۔ مسز محمد کے ایما سے جو حال ہی میں بمبئی سے یہاں تشریف لائی تھیں۔ ملازمین سوتھ۔ ویسٹرن ریلوے کے یتیم بچوں کو چائے پر مدعو کیا گیا پہلے بچوں کی کھیلیں ہوئیں جسمیں مسز پرسل نے انعامات تقسیم کئے۔ بعد ووکنگ کو اوپریٹیو سوسائٹی کے زیر اہتمام پرتکلف چائے سے بچوں کی تواضع کیگئی۔

تلوار یا صلیب

مسلم ورلڈ اکتوبر ۱۹۲۱ء کی اشاعت میں مندرجہ بالا عنوان سے اپنے اڈیٹوریل میں عیسائی دنیا کو تلوار کی بجائے صلیب اٹھانے کی نصیحت کرتا ہے کیونکہ وہ اسی میں عیسائیت کی کامیابی کا راز دیکھتا ہے۔ موجودہ حالات میں اس سے بہتر اور کیا نصیحت ہوسکتی ہے۔ اس وقت جبکہ تقریباً سب روے زمین پر عیسائیت کا غلبہ ہو چکا ہے۔ یہ حد درجہ کی حماقت ہوگی۔ اگر اب بھی غیر عیسائیوں میں تلوار چلائی جائے۔ خون کی ندیوں سے

پا یاب ہو کر عیسائیت نے طاقت کو حاصل کیا ہے۔ اس کشت و خون کی پردہ پوشی اب صرف صلح و امن کی تلقین سے ہو سکتی ہے۔ صلیب اٹھانے کیلئے بھی کلیسیہ کی غلطی ظاہر ہے کیا ابن اللہ نے سب کیخاطر ایکدفعہ صلیب کو نہیں اٹھالیا جنہیں صرف خون کے عقیدہ پہ ہیں ایمان لانے سے ہی جنّت کا پاسپورٹ ملجاتا ہے چاہے وہ کیسے ہی اعمال کریں۔ یقیناً ایڈیٹر کا حافظہ بہت کمزور معلوم ہوتا ہے ورنہ وہ کبھی انکساری اور ایثار کی تعلیم صلیب کے ذریعہ دینے کی کوشش نہ کرتا جبکہ اسی اخبار کے صفحات میں وہ اس عقیدہ کو پیش کرتا ہے کہ صرف حضرت مسیح کے خون پر ایمان لانا ہی تمام گناہوں کو دھو ڈالتا ہے عیسائیوں کیلئے تو صلیب ایثار کی بجائے نفس پرستی کا نشان ہے۔ یہی تعلیم انہیں بچپن سے دیجاتی ہے کہ کسی گناہ کا مواخذہ ان سے نہیں ہوگا۔ اس رنگ میں تو صلیب بنی نوع انسان کیلئے لعنت ہو جاتی ہے۔ اور جسقدر جلدی اسے توڑ دیا جائے بہتر ہوگا۔ حقیقی صلیب کا نشان کلیسیہ کی تعلیم میں نہیں ملسکتا۔ قرآن کریم کی طرف توجہ کرو۔ وہاں یقیناً حقیقی صلیب کا راستہ تمہیں صاف الفاظ میں ملجائیگا +

ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقصٍ من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصٰبرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ **ترجمہ**۔ اور البتہ ہم تمکو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مالی اور جان اور پیداوار کی کمی سے آزمائینگے صبر کرنیوالوں کو خوشخبری سُنا۔ یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے تو بول اُٹھتے ہیں۔ کہ ہم تو اللہ کے ہیں۔ اور ہم اسی کیطرف لوٹ کر جانیوالے ہیں +

یہ ہے سچی صلیب جسے حضرت مسیح جیسے مسلم نے اُٹھایا۔ تلوار کا دور تو اب ختم ہو چکا۔ تمام روئے زمین پر ایک بیداری کی لہر دوڑ گئی ہے۔ اور لوگ آزادی کو اپنا پیدائشی حق سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اب ایسا زمانہ آگیا ہے جسمیں عوام کی حکومت ہوگی۔ کیا ان حالات میں عیسائیت زندہ رہ سکتی ہے جو سراسر عقل سے خلاف ہے +

ڈاکٹر زیمر کی اُمیدوں کے برعکس اب نہ تو تلوار اور نہ صلیب کامیاب ہو سکتی ہے واقعات کی رو خود بخود تلوار کو نیام میں ڈال دیگی۔ اور صلیب عیسائیوں کے ہاتھوں گرا دیجائیگی۔

ادراک کی شمشیر اور ایثار کی صلیب جو خدمت خلق اللہ میں بلند ہوگی وہ آج ضرور عیسائیت کی آہنی تلوار اور نفس پرستی کی صلیب سے بازی لیجائیگی۔ کیونکہ ایثار اور ادراک پر ہی اسلام کی بنیاد قائم ہے۔ آگے چلکر اڈیٹر ایک اور امر کی توجہ دلاتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ اسلامی سلطنتوں کو حضرت مسیح کیلئے فتح کرنے میں ایسے مرد اور عورتوں کی ضرورت ہے جو اس کام میں ایسی ہمت دکھائیں جیسے کل ہی سپاہیوں نے اپنے ملک کی حفاظت کیلئے دکھائی +

اس سال ہم نے سمرنا کے طلباء کی کانفرنس میں تُرکوں۔ ارمنوں اور یونانیوں کو مسیحیت میں اکٹھے ہوکر گاتے ہوئے سُنا۔ یہ نظارہ اس دن کا پیش خیمہ ہے جب ایک منبر پر بجائے امام کی چوبی تلوار کے صلیب بلند ہوگئی۔ جب تک کلیسیہ کے پاس روپے پیسے کی لالچ موجود ہے ایسے مرد عورتوں کی کوئی کمی نہیں لیکن کلیسیہ کو چاہئے کہ تنہلے اپنے گلے کی خبر لے جس کی بھیڑیں ہر روز ادھر اُدھر پراگندہ ہورہی ہیں جہاں حق کے مُتلاشیوں کو اب اور دھوکے میں نہیں رکھا جاسکتا۔ اور جن پر کلیسیہ کی تعلیم کا خلاف عقل ہونا دن بدن ظاہر ہورہا ہے۔ کلیسیہ کی اس تعلیم کو غلطی سے گلیل کے نبی کی یاد میں عیسائیت کہا گیا ہے جس کا مذہب درحقیقت اسلام ہی تھا۔ خدا کا بیٹا دراصل اِنسان کا بیٹا ہی نکلا۔ جیسا کلیسیا کی کانگریس نے ابھی چند روز ہُوئے بیان کیا ہے۔ یہی بات قرآن کریم نے تیرہ سو برس ہوئے ظاہر کی۔ اسلام کی شعائیں غلط فہمی کے تاریک مطلع کو روشن کررہی ہیں۔ اور وہ دن بہت قریب ہے جبکہ اسلام کا سورج نہایت آب و تاب سے سب پر چمکیگا ہمیں قارئین کرام کو یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ امام کی چوبی تلوار صرف اڈیٹر کے وہم میں موجود ہے۔ اور تمام دنیا میں کوئی ملک ایسا نہیں جہاں امام اس قسم کی تلوار چلاتا ہو اسلام کی فتح کا راز فطرت انسانی میں مضمر ہے۔ لیکن ضرور دنیا اسلام کو قبول کریگی۔ کیونکہ اسلام فطرت انسانی کا مجموعہ ہے

مبارک اضافہ۔ ذیل کی فہرست میں ہم انگریزی اور امریکن بہن بھائیوں کے نام درج کرتے ہیں جو طلل ہی مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں

وحید	چارلس - ای - وڈل
وحیدالدین	ایچ - ڈبلیو - گرین
عبدالرحمٰن	فریڈرک سی - کراسلے
محی الدین	جان - ایچ - ہیرس
حمیدہ	لیوس - ای - کیتھرائین
عزیزہ	وائلٹ ایوّلن
عزیز	جیمس ایولنس
رشید	ماسٹر ایونس
لسان الدین	اے - جے ٹانگ
محمدؐ	لیوس - جے - ہل
محمودہ	جوسی - آئی - گلبرٹ
محمود	الفرڈ گلبرٹ
سکینہ	الزابتھ سٹروڈ
صیف الرحمٰن	ریورنڈ جے - ڈی ڈبلیو - راس - ڈی ڈی
صدرالدین	سٹیورٹ - اے براؤ (امریکہ)

علمبردار اسلام خواجہ کمال الدین صاحب

تمام مسلم دنیا کیلئے یہ خبر باعث مسرت ہوگی - کہ خواجہ کمال الدین صاحب جو مغرب میں اسلام کے علمبردار ہیں صحت خراب ہوجانے کی وجہ سے دو سال کی غیر حاضری کے بعد پھر ووکنگ تشریف لائے ہیں جہاں اوائل میں انہوں نے نہایت خلوص دل سے کام شروع کیا تھا بفضل خدا اب آپ کی صحت بہت اچھی ہے - دس سال کا عرصہ ہوا - کہ محبت الٰہی کے شعلہ نے آپکے سینہ کو منور کردیا - اور آپ نے اسی وقت سے باقی ماندہ

زندگی اسلام کے پھیلانے کی غرض سے وقف کر دی۔ آپ کو علم تھا کہ یہ پھولوں کا راستہ نہیں۔ اور آپ جانتے تھے کہ راحت و آسائش کی زندگی چھوڑ کر آپ تکالیف کی زندگی اختیار کرنے لگے ہیں۔ ان تمام امور کو نظر انداز کر کے آپ نے وکالت ترک کر دی۔ اور اپنے اہل و عیال کو خدا کے سپرد کر کے ان جزائر میں جو سراسر مادہ پرستی میں غرق تھے نورِ اسلام پھیلانے کیلئے ۱۹۱۲ء میں تشریف لائے۔ اتنی بڑی تحریک کو شروع کرنے میں جن تکالیف کا سامنا ہوا۔ اس کا اندازہ قارئین خود کر سکتے ہیں۔ اوائل میں مشن کے حالات خواجہ صاحب کی زبانی سُن کر اور بھی دلچسپ معلوم ہوتے ہیں۔ مسجد ووکنگ کو آپ نے نہایت خستہ حالت میں پایا۔ جسے آراستہ کرنے کے بعد اس نئی تحریک کا مرکز قرار دیا۔ تن واحد آپ مختلف کام سرانجام دیتے تھے۔ اسلامک ریویو کی ادارت لیکچر اور خطبات لوگوں سے ملاقات اور خط و کتابت سب آپ کے ذمہ تھی۔

ہندوستان میں بھی آپ کے مذہبی لیکچروں کے سبب سٹیج پر شہرت حاصل کر لی تھی۔ لہٰذا جہاں آپ کی تقریریں ہوئیں لوگ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے فصیح اور شیریں خطبات سننے کیلئے اکٹھے ہو گئے۔ آپ کی شہرت زیادہ تر اسلئے ہوئی۔ کہ آپ مذہبی معاملات میں عقل و ادراک کا تعلق ظاہر کرتے تھے۔ اور آپ نے اس امر پر بہت زور دیا۔ کہ اسلام فطرتِ انسانی کے مطابق ہے۔ اور یہی تمام عالم کا مذہب ہے۔ اس سچائی کو آپ کمال فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کرتے رہے جسمیں قدرت نے آپ کو بہت دسترس دی ہے حقیقت میں تو آپ اس نئی مذہبی تحریک کے بانی ہیں۔ آپ کے سائنٹیفک لیکچر انگلستان میں خاص طور پر مفید ثابت ہوئے۔ اور اہل دماغ میں نہایت عمدہ اثر پیدا کیا۔ بہت سے حق کے متلاشی آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ کی بےغرضانہ کوششیں آخر کار کامیاب ہوئیں۔ اور وہ دن بھی آگیا۔ جب اس لامذہبی اور مادہ پرستی کی زمین میں اسلام کے جھنڈے تلے سینکڑوں کی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے۔ نبی کریم صلعم کی پیشگوئی کہ اسلام کا آفتاب آخری زمانہ میں مغرب سے طلوع ہوگا پوری ہو گئی۔ ماہ اگست ۱۹۱۴ء میں دو سال کی محنت شاقہ کے بعد خواجہ صاحب ہندوستان واپس چلے آئے ستمبر ۱۹۱۶ء

میں آپ پھر تشریف لے گئے۔ یہ وقت آپ کیلئے سخت امتحان اور ابتلا کا آیا۔ اور دین میں آپ کی سخت آزمائش ہوئی جس سے انسان کی اصلیت کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ اپنے فرزند ارجمند کی حسرتناک وفات سے آپ کو سخت صدمہ پہنچا جس نے اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تمام دنیاوی خواہشات کو ترک کردیا تھا۔ اور اس وقت خدمت دین کیخاطر مذہبی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اس حادثۂ جانکاہ میں خواجہ صاحب نے ایک سچے مسلم کی طرح عدیم المثل رضا و تسلیم کا اظہار کیا۔ اس موقع پر جو الفاظ آپ کی زبان سے نکلے وہ ہمیں نہیں بھولے۔ آپ نے فرمایا۔ جب میں نماز کے لئے بارگاہ الٰہی میں کھڑا ہوا۔ تو میں نے اپنے دل کو ٹٹولا کہ کیا سورۂ فاتحہ کے سب الفاظ میرے دل سے نکل رہے ہیں۔ اور کیا حقیقت میں خداوند تعالیٰ کو میں رب العالمین مانتا ہوں لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس وقت بھی میں مشیت ایزدی پر راضی ہوگیا۔ اور یہی خیال دل میں پیدا ہوا۔ کہ یہ وفات جو بظاہر رب کی صفات کے منافی معلوم ہوتی ہے دراصل اس سے ہماری روحانی ترقی مراد ہے۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو اس قسم کی روحانی بصیرت عطا فرمائی ہے۔ مشن کے کام میں دن بدن آپ کی مصروفیت بڑھتی گئی۔ اور شب و روز کی محنت نے آخر آپ کی صحت کو خراب کردیا۔ اور طبی مشورہ کے ماتحت آپ کو اپریل ۱۹۱۹ء میں ہندوستان واپس آنا پڑا۔ اور خطرہ پیدا ہوگیا کہ شاید آپ سرزمین انگلستان کے اس پودے کی نگہداشت نہ کرسکیں جسے نہایت جانفشانی سے آپ نے وہاں لگایا تھا۔ ہندوستان میں بھی آپ کو چین نہ ملا۔ آپ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں سفر کرتے رہے یہانتک کہ سنگاپور اور جاوا کا دور و دراز سفر اختیار کیا۔ تاکہ ان ممالک کے مسلمانوں کی حالت کا صحیح علم حاصل کریں۔ جہاں کہیں آپ تشریف لیگئے۔ وہاں کے مسلمانوں میں آپ نے خدمت اسلام کیلئے ایک نئی روح پیدا کردی۔ خداوند کریم کا شکر ہے۔ کہ وہ آج پھر ہم میں موجود ہیں۔ اور آپ کی صحت بھی بدرجہا بہتر ہے۔ ہم قوی امید رکھتے ہیں۔ کہ مغرب کی اس تحریک کو خدمت اسلام کا جوش جو آپکے دل میں ہے اور بھی تقویت بخشیگا ✦

علمی مشاہیر یورپ کا ایک برگزیدہ کیمبرج یونیورسٹی کا ایک گریجوایٹ حلقہ سپرچولزم کا ایک معزز ممبر ایک انگریز خاتون کا

مشرف بہ اسلام ہونا

برادران فی الاسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولوی مصطفیٰ خان صاحب اور مولوی دوست محمد خان صاحب اپنے فرائض کو نہایت خوش اسلوبی اور ایمانداری سے ادا کر کے اخیر دسمبر میں ہم سے رخصت ہو گئے۔ خداوند تعالیٰ انہیں خیر و عافیت سے رکھے۔ وہ اپنی بہت سی امید افزا صورتیں چھوڑ گئے۔ خدا کے فضل سے اس وقت حضرت خواجہ صاحب کے علاوہ تین اور مبلغین انکے ہمراہ کام کرتے ہیں۔ یہ ایک نئی بات ہے کیونکہ آج تک اشاعت کے کام کیلئے یہاں ایک ہی مبلغ ہوتا تھا جس کے ہاتھ میں وقتاً فوقتاً مشن کی سرکردگی رہی۔ یہ مبلغین کچھ زیادہ نہیں کیونکہ انکی مصروفیت کے لئے کام پہلے سے ہی موجود ہے۔ مسلم لندن ہوس میں پھر سلسلہ تبلیغ و اشاعت کا شروع کر دیا گیا ہے جس کی رپورٹ انشاء اللہ وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہیگی۔ خدا کا احسان ہے کہ اس سال کے شروع میں ہی دو ذی علم اور معزز اصحاب مشرف باسلام ہوئے۔ ایک مسٹر بیلس جو اپنی قابلیت کے لحاظ سے یورپین شہرت رکھتے ہیں اور فرانس کے نامی صحیفہ "لا ریویو" یا پالٹیک کے اڈیٹر ہیں۔ یہ پیرس کا ایک مقتدر پرچہ ہے۔ اور مسٹر بیلس کی زیر ادارت میں کئی سال سے شہرت عامہ حاصل ہے۔ یہ نامور انسان یورپ کے مشاہیر میں سے ہے جیسا کہ برادر شیخ محمد بکھال اڈیٹر بمبئی کرانیکل کی چٹھی سے نظر آتا ہے۔ دوسرے صاحب مسٹر بیکرڈ ہیں۔ آپ کیمبرج کے بی اے ہیں۔ اور اس وقت عربی زبان کی تحصیل کر رہے ہیں چہرہ سے نہایت ہی متین نظر آتے ہیں۔ انکے علاوہ مسٹر بلڈورتھ جو مدت سے نماز جمعہ میں شریک ہوا کرتے تھے آخر کار انہوں نے اپنے حلقہ بگوش اسلام ہونے کا اقرار کیا۔ ایک خاتون مسز ولیمز بھی مشرف بہ اسلام ہوئی۔ الحمد للہ زد فزد +

خواجہ نذیر احمد از مسجد ووکنگ (انگلستان)

رسید زر

بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۱ء

	پائی	آنہ	روپیہ
تقسیم رسالہ مفت ہز ہائینس جناب نواب صاحب میجر حاجی سر محمد حمید اللہ خان صاحب	۰	۰	۵۰
امداد مشن حضرت مولوی محمد علی صاحب	۳	۱	۵
״ جناب اہلیہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۰	۰	۲
״ جناب خواجہ جمال الدین صاحب جموں	۰	۰	۱۰
״ ״ اہلیہ صاحبہ ״ ״ ״	۰	۰	۲
״ ملک شیر محمد خان صاحب جموں	۰	۰	۱۰
״ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	۰	۱۲	۱۸
״ ״ اہلیہ صاحبہ ״ ״	۰	۰	۲
״ ״ مولوی مصطفیٰ خان صاحب بی اے			
״ ״ امام مسجد ووکنگ	۳	۱۵	۱
״ ״ ماسٹر یعقوب خان صاحب بی اے بہاولپور مشنری	۶	۱۰	۲
״ ״ خواجہ عبد الغنی صاحب سکرٹری ووکنگ مشن	۳	۱۵	۱
״ ״ اہلیہ صاحبہ ״ ״ ״ لاہور	۰	۰	۱
״ ״ ڈاکٹر خالق داد صاحب لاہور	۰	۰	۱۵
״ ״ شیخ عبد الرزاق صاحب بیرسٹر ایٹ لا لاہور	۰	۰	۵
״ ״ ایم رضی الدین صاحب لاہور	۰	۰	۲
״ ״ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن لاہور	۰	۰	۱

	پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن جناب شیخ برکت اللہ صاحب	۰	۰	۵
״ جناب فضل الدین صاحب الموڑیہ سٹیشن ماسٹر	۰	۰	۱۰
״ ״ محمد اسمعیل صاحب ہیڈ ڈرافٹسمین [illegible] کانپور	۰	۰	۲۵
״ ״ محمد ابراہیم صاحب بھوانی	۰	۴	۲
״ ״ شیخ شہاب الدین صاحب نوشہرہ	۰	۰	۵
״ ״ کے انور علی صاحب نگر کانڈا	۰	۱۰	۱
״ ״ سید عظمت اللہ صاحب	۰	۰	۶
״ ״ ٹی محمد یوسف صاحب ٹمکور	۰	۰	۵
״ ״ مرزا رحمت بیگ صاحب مالاکنڈ [illegible]	۰	۰	۱۰
״ ״ منہاج الدین صاحب انجنیئر نہر منٹگمری	۰	۰	۵
״ ״ مرزا احمد سلطان صاحب [illegible]	۰	۰	۴
״ ״ ایم علی صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۰
״ ״ والدہ صاحبہ خادم حسین صاحب بانکی پور	۰	۰	۳
״ ״ بابو محمد شعیب صاحب بصرہ	۰	۰	۸
״ ״ نور غنی صاحب گوجرانوالہ	۰	۰	۵
״ ״ ایس آدم صاحب سیلون	۰	۰	۲۰
״ ״ احسان الحق صاحب میانوالی	۰	۰	۵
״ ״ شیخ خدا بخش صاحب مردان	۰	۰	۱۰
״ ״ عبد الحق صاحب جہلم	۰	۰	۵
״ ״ محمد انوار الزمان صاحب	۰	۴	۵
״ ״ محمد رمضان صاحب خانپور	۰	۰	۵

سکرٹری ووکنگ مسلم مشن۔ لاہور

رسید زر

بابت ماہ جنوری ۱۹۲۲ء

منفعت تقسیم رسالہ جناب ہز ہائنس نواب صاحب حاجی پرنس حمید اللہ خاں صاحب بھوپال	۰	۰	۵۱
امداد مشن حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب	۹	۵	۷
〃 جناب شیخ رحمت اللہ صاحب	۰	۰	۱۰۰
〃 〃 محمد اسمٰعیل صاحب سوداگر چرم کانپور	۰	۰	۲۵
〃 〃 خواجہ عبد الغنی صاحب سکرٹری ووکنگ مشن	۰	۱۵	۱
〃 〃 مولوی مصطفیٰ خاں صاحب بی اے	۳	۱۵	۱
〃 〃 ماسٹر یعقوب خاں صاحب بی اے الہ آباد یونیورسٹی	۶	۱۰	۲
〃 〃 بابو محمد ابراہیم صاحب بکنگ کلرک بھوانی	۰	۰	۱
〃 〃 مسٹر رضی الدین صاحب بی اے	۰	-	۲
〃 〃 کے انور علی صاحب پوسٹ نگر گنڈا	۰	۰	۱
〃 〃 ڈی محمد یوسف صاحب ٹمکور میسور	-	-	۱۰
〃 〃 میاں محمد الدین صاحب راولپنڈی	۰	۸	۲
〃 〃 ایس اے غنی صاحب نیمچ چھاؤنی	۰	۰	۱
〃 〃 ہمشیرہ صاحبہ 〃 〃 〃 〃	۰	-	۲
〃 〃 علی احمد خاں صاحب فورمین ورکشاپ بہاولپور	۰	۰	۱۰
〃 〃 اہلیہ صاحبہ میاں محمد خاں صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۰
〃 〃 مولوی محمد شریف خاں صاحب لاچی کوہاٹ	۰	۰	۱۰
〃 〃 نذیر احمد صاحب امرتسر	۰	۰	۹
〃 منہاج الدین صاحب انجینیئر منٹگمری	۰	۰	۵

امداد مشن منجانب جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب	۰	۱۲	۱۲
〃 〃 خواجہ جمال الدین صاحب انسپکٹر سکولز	۰	-	۱۰
〃 〃 اہلیہ صاحبہ 〃 〃 〃	۰	۰	۳
〃 〃 اہلیہ صاحبہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۰	۰	۲
〃 〃 نور غنی معرفت غنی برادرس	۰	۰	۳
〃 〃 شیخ عبد الحق صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ہوشیارپور	۰	-	۴
〃 〃 شیخ خدابخش صاحب اے ای مردان	۰	۰	۱۰
〃 〃 مسٹر احسان الحق صاحب سشن جج میانوالی	۰	۰	۵
〃 〃 مرزا رحمت بیگ صاحب مالاکنڈ پشاور	۰	۰	۵
〃 〃 شہاب الدین صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر پولیس نوشہرہ	-	۰	۲۰
〃 〃 خادم حسین صاحب ڈیل مارہ نبکی	۰	۰	۲
〃 〃 شیخ برکت اللہ صاحب ۔ لاہور	۰	۰	۵
〃 〃 عبد الرحیم صاحب سعادت گنج لکھنؤ	۰	۰	۲۵
〃 〃 خان صاحب محمد اکبر خاں صاحب بغداد	۰	۰	۵
〃 〃 احمد حسین صاحب ڈنڈیگل جنوبی ارکاٹ	۰	۱۲	-
〃 〃 عبد العزیز صاحب بصرہ	۰	۰	۵
〃 〃 بابو محمد شعیب صاحب پوسٹل کلرک بصرہ	۰	۰	۵
〃 〃 فضل الدین صاحب اسسٹنٹ ماسٹر اکوڈیا	۰	۰	۵

سکرٹری ووکنگ مسلم مشن ۔ احمدیہ بلڈنگس ۔ لاہور

ملفوظات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

سنگاپور

عربی وحی ربّی کا واحد ذریعہ

انسانی زبان تلفظ اور آوازوں کے جوڑ سے بنتی ہے۔ آوازیں جب انہیں سوسائٹی کی باہمی رضا معنی ڈال دیتی ہے لفظ بنجاتے ہیں۔ الفاظ کے ذریعہ متکلم اپنا مافی الضمیر دوسروں پر واضح کرسکتا ہے۔ اس تکلم کی بجا آوری کیلئے بعض دفعہ الفاظ اپنے اصلی مقام و وقت کی حد سے بہت دور نکلجاتے ہیں۔ وہ دوسروں کے لئے خیالات کا خزینہ بنجاتے ہیں۔ ایک نسل کے خیالات دوسری نسل کو انہی کے ذریعہ پہنچ جاتے ہیں مگر کے الفاظ آنیوالی نسلوں کے لئے مفید و سود مند سمجھے جاتے ہیں۔ اسطرح زبان ہمارے لئے گذشتہ دانائی کا خزانہ بنگئی ہے جس کی عدم موجودگی میں ہم پرانے فلسفہ سے مطلقاً بہرہ اندوز نہ ہوسکتے +

زبان کے تغیر و تبدّل

دنیا کی تقریباً تمام زبانیں زمانے کی تبدیلیوں سے متاثر ہوتی ہیں بعض دفعہ الفاظ کے شکل و معنی بدلجاتے ہیں۔ اور چند صدیوں کے بعد کی نسلوں کو اسکے پہلے استعمال کرنیوالے شخص کے صحیح مفہوم کو سمجھنا جو اس زمانہ میں نہایت فصیح و بلیغ سمجھے جاتے ہیں یا تو متروک ہوجاتے ہیں۔ یا ان کے معنے ہی کچھ اور ہوجاتے ہیں۔ اسی لئے پرانی کتابیں عام فہم نہیں ہوتیں۔ اور قارئین وقت کو اپنی طرف متوجہ نہیں کرتیں۔ اور آہستہ آہستہ طاق نسیان کی نذر ہوجاتی ہیں۔ اور اگر وہ مطلوب بھی ہوں تو صرف ترجموں کی شکل میں باقی رہ سکتی ہیں مگر ترجموں کو بھی پھر وہی فراموشی کی آفت لگی ہے۔ چند صدیاں اور گذرتی ہیں۔ تو اس ترجمہ کے ترجمہ کی نوبت پہنچتی ہے کیونکہ اسکی زبان بھی اسی کے ماتحت غیر مانوس ہوجاتی ہے ترجمہ عموماً اصل کی صحیح ترجمانی نہیں کرتا۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ پرانے مصنفوں کا مافی الضمیر کئی ایک تراجم کے بعد ہزار سال کے ختم ہوتے ہی

بالکل کالعدم ہو جاتا ہے +

کتب مقدسہ کا نا پدید ہو جانا

یہی وجہ ہے کہ پرانی کتب مقدسہ اب اپنی اصلی شکل میں بالکل نہیں ملتیں۔ اور انکے تراجم میں بھی الحاق انسانی ہو چکا ہے۔ توراۃ پر یہی آفت نازل ہوئی اور انجیل بھی اس سے محفوظ نہ رہی۔ اس امر سے کسی کو انکار نہیں۔ دوسری الہامی کتابوں کا بھی یہی حشر ہوا۔ ویدوں کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ انسانی دست اندازی سے بچ رہیں۔ اور قوی الحافظہ برہمنوں کی بدولت ہم تک اصلی حالت میں پہنچیں ممکن ہے یہ ٹھیک ہو۔ مگر ان کے مضامین و مطالب اب یقیناً ان کے معتقدوں کے علم اور سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ ہندو مذہب جس کا سرچشمہ وید ہیں۔ ہزارہا فرقوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ وہ اہم اصول میں اختلاف رکھتے ہیں ایک مذہب کے مختلف فرقوں کے بجائے انہیں الگ الگ مذہب کہنا زیادہ مناسب ہے۔ انمیں سے ہر ایک اپنے عقائد کو ویدوں سے اخذ کرتا ہے جو اصولاً ایکدوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ مختلف پنڈت ایک ہی منتر کے مختلف مطالب بیان کرتے ہیں۔ اور ہندو مذہب کی متفرق شاخوں میں بالکل متضاد اصول قائم ہو گئے ہیں۔ اسکی وجہ صاف ظاہر ہے۔ ویدوں کی زبان صرف متروک الاستعمال ہی نہیں۔ بلکہ مُردہ زبانوں کے زمرہ میں شامل ہو چکی ہے۔ اس کے الفاظ گذشتہ دانائی کا ایک سربمہر دفینہ ہیں۔ ایسے حالات میں اگر کسی کے آباو اجداد پر کبھی کوئی الہامی کلام نازل ہوا بھی ہو تو وہ اب اسکو اصلی عبارت و شکل میں پیش کرنے سے عاجز ہیں پس اگر مذہب خداوند تعالیٰ کی رضاء کو اسکی مخلوقات پر ظاہر کرنے کے لئے ہوتا ہے تو امتداد زمانہ کے بعد نئے الہام کی ضرورت بدیہی الثبوت ہے۔ کیونکہ اسباب متذکرہ بالا سے ظاہر ہے کہ الہام الٰہی ہمیشہ کیلئے عام فہم نہیں رہ سکتا +

مختلف اقوام کے مختلف مذہب

تاریخ اس زمانہ پر شاہد ہے کہ جب نسل انسانی کی مختلف شاخیں قدرتی یا مصنوعی حدود کے سبب ایکدوسرے سے الگ الگ پڑی تھیں۔ ان کے درمیان آمدورفت کے کوئی وسائل نہ تھے۔ ایک قوم کے مذہب فلسفہ یا دانش کیلئے دوسروں کی طرف کوئی راہ نہ تھی۔ اور

اگر مذہب الٰہی کا منشاء لوگوں کی اپنے رب کیطرف رہبری تھی ہے تو ہر قوم اپنے خدا سے ایک مذہب کی حقدار تھی۔ اور ہمیں قرآن بتاتا ہے کہ امر واقعہ ایسا ہی تھا لیکن ان مذاہب کے بنیادی اصول ایک تھے اختلاف صرف فروعات میں تھا اور وہ بھی مقامی اسباب کی وجہ سے۔ اور اگر اب انکی تعلیم ایکدوسرے کے مخالف نظر آتی ہے تو اسکی وجہ زبانوں کی وہی ظاہری و باطنی تبدیلیاں ہیں جن کا اوپر ذکر آیا ہے

ایک مذہب کی میعاد

حضرت مسیح کی آمد کے کوئی دو تین سو برس بعد زمانہ کی رو عمومیت (عالمگیر اخوت) کی طرف ہوئی متفرق و اقوام و اجزا یگانگت کا موجب ہوئے۔ اس ہمہ گیر میلان کیلئے ایمان و اعتقاد کی وحدانیت ضروری ہوئی۔ کیونکہ مذہب ہمیشہ مخالف عناصر کو نہایت خوش اسلوبی سے یکجا مجتمع کرنے کا نہایت یقینی آلہ ثابت ہوا ہے اخوت عامہ کی کل کا مدار مذہب پر ہے۔ اور اگر خدائی کفایت شعاری کو تمام نسل انسانی کیلئے اپنا آخری کلام ایک مذہب کی صورت میں بھیجنا منظور تھا۔ تو وہ تمام مدعا ضائع ہو جاتا۔ اگر خدا اس کو کسی ہمیشہ تبدیل ہونیوالی زبان میں الہام کرتا

عربی الہام الٰہیہ کا آخری توسط

عربی زبان میں رد و بدل بہت کم ہوا ہے۔ اور حجاز کی بولی تو ہمیشہ بگاڑ سے محفوظ رہی ہے۔ اس کے الفاظ میں کوئی صوری یا معنوی تغیر نہیں ہوا۔ تعمیم و تفرید کو اطلاق و تفہیم میں دخل نہیں ملا۔ دلیل کے لئے فرض کرلو۔ کہ وہ حاکم اعلیٰ اسلام کے ظہور کے وقت اپنے آخری پیغام کیلئے کوئی ایسی زبان چنتا کہ جو آئندہ نسلوں تک علی الدوام اس کے مافی الضمیر کو اصلی شکل میں پہنچاتی رہتی اور مختلف مذاہب کے نمائندوں کی ایک مجلس قائم کرتا تو یقیناً سب کے سب عربی کو ہی اس غرض کیلئے انتخاب کرتے۔ ذرا حجاز میں جاؤ (اور خدا کے فضل سے میں وہاں ہو آیا ہوں) بچہ بچہ تمہیں قرآنی زبان ہی بولتا ہوا نظر آئیگا +

حضرت مسیح علیہ السلام و محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

زبان کے انہیں رد و بدل نے ہمیں ایک اور مذہبی نور و ہدایت سے محروم کر دیا ہے مختلف پیغمبروں کی تدریس کے صحیح حالات اگر آج ہمارے پاس ہوتے۔ تو اس تاریک راہ میں ہمیں مشعل کا کام دیتے۔ مگر افسوس کہ ان بزرگ حاملان حق کے تذکرے بھی فراموشی کی دستبرد سے نہ بچے

اور حضرت مسیح کے سوانح تو کچھ ایسے معدوم ہیں کہ آج ان کا صحیح علم صفحہ تاریخ میں نہیں ملتا اکثر نے تو انکی شخصیت سے ہی انکار کر دیا ہے۔ بعض کند ذہن مثلاً نام نہاد "مسلم ورلڈ" کے ڈاکٹر زویمر حضرت مسیح و محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے تقابل کے نئے شرر آگ لاتے ہیں۔ اس قسم کے حاسدانہ مقابلے ہمیشہ نفرت انگیز ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں قرآن نے ہمیں مسلمانوں کو پیغمبروں میں تفریق مراتب کرنے سے منع کیا ہے۔ ایسے بیوقوف مشنریوں کی گوشمالی کیلئے ہم صرف اتنا کہ دنیا کافی سمجھتے ہیں۔ کہ انکی مختصر تحریرات بھی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتیں۔ ایک "محض فرضی ہستی" کا ایک "تاریخی شخصیت" سے کوئی مقابلہ نہیں کیا جاسکتا ہمیں مسیح کا کچھ حال معلوم نہیں۔ اس کے پہلے تیس سال کا زمانہ ایک راز سربستہ ہے۔ اور اسکی زندگی کے باقی تین برس کے واقعات کا علم بھی نہایت ہی خفیف سا ہے۔ اسکی کہانی سے معجزوں کا بیان نکال دو۔ اس کے باقی سوانحعمری آدھی درجن صفحوں سے زیادہ کی کی نہیں۔ کیا ایسی زندگی میں ہماری آجکل کی دنیا کے لیے کوئی ہدایت ہو سکتی ہے؟ اور پھر جب ہم اس پاک ریکارڈ کے منبع پر غور کرتے ہیں۔ تو مسیح کے متعلق ہماری تمام امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ آپ کی زندگی کے پہلے قصہ گو نہایت ہی ادنےٰ عقل کے لوگ تھے۔ وہ واقعات کے بیان کرنیوالے نہ تھے۔ بلکہ اپنے جذبات و اثرات کی تانیں اڑاتے تھے ماہیگیروں اور کپڑے دھونے والوں سے توقع بھی کیا ہوسکتی ہے کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کہ یہ کندہ ہائے ناتراشیدہ مسیح کے حواری معجزات اور عجوبہ باتوں میں ہی محو رہے۔ اور اپنے معلم کو آنیوالی نسلوں کے لئے نور اور ہدایت کی حیثیت سے جانچنے کی طرف متوجہ نہوئے۔ اس طرح یہ کہ جو کچھ خطبہ کوہ میں ہے وہ سب "سینا"۔ ٹالمڈ اور دیگر یہودی مصنفین خصوصاً فلو کی تحریرات میں موجود ہے یہاں تک کہ بعض امثال و نظائر کا جن پر عیسائی مصنف بیحد نازاں ہیں۔ بدھ کی کتابوں سے جو ولادت مسیح سے کوئی دو سو سال پہلے معرض وجود میں آئیں لیا جانا پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے جب مسیح کی زندگی کے ریکارڈ ایسے ناقص اور غیر معتبر ہیں تو اس کا مقابلہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے کیونکر ہوسکتا ہے۔ تاہم ان بیرونی مشن کے مبلغوں کی آنکھیں کھولنے کیلئے میں انشاء اللہ بہت جلدی ایک کتاب "محمدؐ اور مسیحؑ" تصنیف کرونگا +

میں شاید آج کی گفتگو میں مضمون زیر بحث سے ذرا دُور چلا گیا ہوں۔ الفاظ ہی ہمارا مافی الضمیر دوسروں پر روشن کرتے ہیں۔ اسی طرح الہامی الفاظ خدا کی رضا کو انسانوں تک پہنچاتے ہیں۔ اور اگر ایسے الہامی الفاظ چند صدیوں کے بعد اپنے اصل معانی و مطالب میں تغیر پذیر ہو جائیں تو وہ ہمیشہ کے لئے رضائے الٰہیہ کا آئینہ نہیں رہ سکتے۔ لہٰذا اس قادر مطلق نے اپنی کسی مصلحت و حکمت کی وجہ سے جسے سوائے اسکے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ یہ ضروری سمجھا کہ مسیح کے بعد دنیا کو ایک اکمل اور آخری پیغام پہنچا دے جو ابدالآباد تک اپنی اصلی حالت پر قائم رہے اور اصلی غرض کو پورا کرے۔ اور اس کام کیلئے اس نے بہترین نوشتہ حجاز کی زبان کو ہی قرار دیا۔

بدی اور اس کی پیدائش

بدی اور اسکی پیدائش کا مسئلہ مذہب اور فلسفہ میں ہمیشہ سے حل طلب رہا ہے خام خیالیوں اور غلط قیاسوں نے صرف مذہب میں غلط عقاید ہی پیدا نہیں کر دیئے۔ بلکہ زندگی کے لئے غلط اصول معرض عمل میں آگئے ہیں۔ ایران میں زرتشت کے پیرو نیکی اور بدی کے دو مختلف خدا - یزدان واہرمن مانتے تھے۔ انسان ان خداؤں کے ہاتھوں میں کھلونے کی مانند تھے۔ یہ دونوں ہمیشہ برسر پیکار رہتے۔ اور جو بھی فتح غلبہ حاصل کر لیتا تھا۔ وہ انسان کو اپنے احکام کی تعمیل کے لئے آلہ بناتا تھا۔ اِس طرح نیکی اور بدی وقتاً فوقتاً یکے بعد دیگرے دنیا پر حکمران رہی۔ مغرب میں کلیسیہ نے اپنے نیم منطقی فلاسفر اور اپاسل (رسول) پولوس کے زیر اثر گناہ کو انسانی ورثہ قرار دیا جس کو وہ کسی حالت میں بھی چھوڑ نہیں سکتا۔ ابتدا ہی میں انسان کی فطرت ناپاک ہوئی اور گناہ اسکی سرشت میں آیا۔ گویا کہ لارڈ ہیڈلے کے لفظوں "میں مشین شروع ہی میں بگڑ گئی"۔ اور خداوند تعالیٰ اُسے کئی ہزار سال تک ٹھیک نہ کر سکا۔ حتّٰے کہ آج سے کوئی دو ہزار برس پہلے اسکو ایسے درست طور پر چلانے کی ایک نئی ترکیب سُوجھی۔ مگر بدقسمتی سے وہ سکیم بھی ناکام رہی۔ عیسائیت جتنک غلاموں میں رہی اسمیں نیک زندگی کے کچھ نشان رہے۔ لیکن اٹل کنورشن (شاہی تبدیل مذہب) کے ایام سے آج تک عیسائیت گھٹنوں تک خون میں غرق رہی ہے۔ اس کے علاوہ عیسائی

ممالک ہیں جن اور متفرق شکلوں میں بدھ ہی کا دور دورہ ہمیشہ سے ہے ان کا تو ذکر ہی کیا۔ حضرت مسیح خود انسانیت کا ایک اعلیٰ نمونہ ہیں۔ اور انکی تعلیم یقیناً راستی کیطرف رہنما ہے۔ گو وہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی و جامع نہیں تاہم انکی حسن عظمت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ مگر یہ بھی امر واقعہ ہے کہ عیسویت کی ملکہ جہاں کہیں بھی جاتی ہے شراب قمار بازی اور زنا کی تین بویاں اسکی رکاب سے الگ نہیں ہوتیں جس سے ظاہر ہے کہ خدائی دستور بھی جس کا پہلا اظہار کیلوا ہی کے دردناک نظارہ میں ہوا اپنے مدعا میں ناکام ہی رہا +

اس قسم کی الہیات جو حضرت عیسیٰ کے نام کیطرف منسوب کیجاتی ہیں نہ اپنے مصنفوں کے لئے باعث فخر ہیں۔ نہ ان کے ممدوح کی عظمت میں کچھ اضافہ کرتی ہیں۔ یہ تو ہمیں مع انکی تمام قابلیتوں کے خالق کی طرف سے عطا ہوئی ہے۔ گناہ اگر واقعی جبلی ہے تو خدا کے بندوں پر ایک عنایت ہے۔ اور فطرتی گناہ کیلئے ہم سزا کے مستوجب نہیں ہو سکتے۔ اگر ایک کتا اپنی دُم کو سیدھا یا سر کو نیچے رکھنے کیلئے ذمہ وار نہیں کیونکہ وہ اپنی فطرت سے مجبور ہے تو ہم بھی اپنے اعمال بد کیلئے جواب دہ نہیں گردانے جا سکتے۔ عدل و انصاف کے اصول کی رو سے ہمیں اس نیکی کے راستہ پر نہ چلنے کیلئے گرفت نہیں ہو سکتی جس پر گامزن ہونا فطرتاً ہماری طاقت سے باہر ہے۔ اور اگر مناسب حدود کے اندر اپنی فطرت کے مطابق عمل کرنا سلیقہ و شائستگی ہے۔ تو ہم سوسائٹی کی مجوزہ حدود کے اندر اپنی غلط کاری میں بالکل راستی پر ہوتے ہیں۔ یہ بظاہر سراسر متضاد اور خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے لیکن ہمیں کرسچین چرچ کی خانہ ساز منطق یہی نتیجہ نکالنے پر مجبور کرتی ہے +

بدھ کی نظروں میں تو انسان کی ہستی ہی مکروہ ہے۔ اور اسمیں کوئی خوبی دکھائی نہیں دیتی تکلیف اور مصیبت بدی کے پھل انسان کے مقدور میں غالب ہیں۔ اور نجات کا ذریعہ سوائے ہلاکت کے اور کوئی نہیں بھلا آدمی جو عنصری ترکیب کا بہترین مرکب ہے پیدا ہی کیوں ہوا اگر اسکی قسمت میں مصیبت ہی مصیبت تھی۔ حالانکہ باقی قدرت تمام خوبصورتی ہی خوبصورتی ہے۔ یہ ایک معمہ ہے جس کو حل کرنا بدھ مذہب والوں کا ہی کام ہے

قدرت فی نفسہ سب کی سب بدی و شرارت ہی ہوگی کہ اس کا بہترین مظہر یعنی انسان مجسم بدی اور آفتوں کا نشانہ ہے۔ ایسے مسائل بنی نوع آدم کو کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور تہذیب و تمدن کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔

ہندو فلاسفر بھی مسئلہ زیر بحث کا کوئی بہتر حل نہیں پیش نہیں کرتے۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ بھی پرم برہما (خدائے اعظم) کو بدی کے بانی ہونے سے سبکدوش نہیں کرتا۔ اور خدائی ہاتھ کو بنی آدم سے بدی کرنے میں حق بجانب ثابت کرنے کو کرما یعنی تناسخ کے نظریہ کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اس مسئلہ کو حل کرنے میں تمام دنیا بھٹکتی پھرتی ہے خدا کی آخری کتاب قرآن کریم میں اس مسئلہ کا صحیح اور فیصلہ کن حل موجود ہے۔ خدائے رحمٰن و رحیم جس کو سب نیکی کا سرچشمہ تسلیم کرتے ہیں بالواسطہ یا بلاواسطہ بدی کا منبع نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ خدا کی طرف سے ہے وہ انسان کے فائدہ اور بھلائی کیلئے ہے۔ اسکی ہر پیدا کردہ چیز بشرطیکہ اس کا استعمال جائز طور پر ہو انسانی اغراض کو پورا کرنے کیلئے ہے دوسرے لفظوں میں زمین و آسمان کی کوئی شئے مع جملہ انسانی قوائے کے فائدہ سے خالی نہیں۔ ان میں ایک نہ ایک خاصیت ہوتی ہے جو مقررہ حدود کے اندر مناسب استعمال سے ہمیں پورا پورا فائدہ پہنچاتی ہے تمام علم اور سائنس کا مدعا ان مقررہ حدود کا دریافت کرنا ہے۔ جن سے تجاوز کرنا اس ضرر کا باعث ہوتا ہے۔ جسے عام الفاظ میں بدی کہتے ہیں۔ جب ہم خدا کے عطیوں کو حدود اللہ کے اندر کام میں لاتے ہیں۔ تو ہم نیکی کرتے ہیں۔ اور جب ہم ان سے بڑھ جاتے ہیں تو گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں تشریح کے طور پر ادویہ کی متفرق قسمیں لو۔ وہ اپنی خاصیتوں کی وجہ سے ایکدوسرے کے اثر کو زائل کرتی ہیں مگر ہر ایک کسی نہ کسی دکھ کیلئے مفید ہے۔ اگر دو دوائیں اپنے اثر میں ایکدوسرے کے خلاف ہیں۔ تو تم ایک کو اچھی اور دوسری کو بری نہیں کہہ سکتے۔ دونوں اپنے موقعہ پر اچھی ہیں اور بے موقع بری۔ افیون جو تسکین درد کے لئے خدا کی رحمت ہے چین اور دوسرے ملکوں میں انسان کیلئے لعنت بن گئی ہے اکسیر اگر بلا ضرورت کھائی جائے تو زہر کا اثر دکھائیگی۔ یہی حال ہمارے تمام قویٰ کا ہے

انسانی فعل اور ان کے نتائج ہمیشہ ایک ہی ہیں لیکن وہ موقعہ و محل کی تبدیلی سے نیک یا بد بن جاتے ہیں۔ مرد اور عورت کا ساتھ سوسائٹی کے قانون کے مطابق تو باقاعدہ عقد نکاح سے ہوتا ہے۔ حالانکہ وہی چیز دوسری طرح ایک بدی ہے جو تعلیم قرآنی کی رو سے قتل سے دوسرے درجہ پر ہے۔ غرضیکہ جو کچھ صادر من اللہ ہے وہ ہماری بھلائی کے لئے ہے۔ یہ ہماری متفرق جاتیں یعنی مختلف قوتیں اور استعدادیں ہمارے نشو و نما کیلئے ہیں مگر ہماری بد استعمالی ان کو مضر بنا لیتی ہے اور ہمارا فعل گناہ کہلاتا ہے +

ہم اس دنیا میں بالکل پاک آتے ہیں نیکی کرنے اور بلند ترین مقام تک پرواز کی طاقت ہم میں موجود ہوتی ہے۔ ہمارے ماحول کی ہر ایک چیز ہمارے پیدائشی مدعا کی امداد کیلئے ہے بیشک ہمیں اپنی قابلیتوں اور ماحول کا علم ناگزیر ہے۔ اور اگر کوئی چیز دنیا میں بدی کا موجب ہے تو وہ ہماری جہالت ہے۔ قدرت کہا جاتا ہے کہ نہایت سخت گیر ہے۔ اور نافرمانوں کو بخش ہی نہیں سکتی۔ جو لوگ اپنی بے علمی کی وجہ سے اس کے قانونوں کو توڑتے ہیں۔ وہ ان پر تباہی نازل کرتی ہے۔ سائنس آکر اسرار قدرت معلوم کرتی ہے۔ اور آن کی آن میں اس سخت گیر بیگم کو ایک فرمانبردار خادمہ بنا لیتی ہے۔ عناصر کا تمام غضب ہماری اطاعت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور جو کچھ مختلف مظاہر قدرت میں بدی اور ضرر معلوم ہوتا تھا۔ اب صرف خدائی رحمتوں کا مظہر دکھائی دیتا ہے۔ قدرت کی مختلف قوتیں یا متفرق اشیاء اپنے علیحدہ علیحدہ اثرات کی وجہ سے کہیں اچھی اور کہیں بری ہوں مگر بذاتہ وہ سب خیر کی مد میں ہیں۔ سردی اور گرمی مختلف حالات میں اچھی یا بری ہو سکتی ہیں۔ مگر اپنے مقررہ عمل میں دونوں برابر مفید ہیں۔ اسی طرح قانون کشش مرکز اور قانون کشش سالبہ نیک و بد دیکھے جا سکتے ہیں حالانکہ تمام کائنات کے باسلوب عمل و قیام کے یہی دو عظیم کارپرداز اور ذمہ وار ہیں۔ کیا سفید کارپسل ہمارے جسم کے لئے مضر نہیں ہے لیکن ہماری تندرستی انہیں سفید اور سرخ جراثیم کی دائمی کشمکش پر منحصر ہے۔ قدرت میں ایسی مثالوں کی کمی نہیں جن سے یہ صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ کوئی چیز جو صادر من اللہ ہے اپنے صحیح استعمال میں اور مناسب محل پر ہرگز "شر" نہیں۔ یہ تو مقررہ حدود کی خلاف ورزی ہے جو شر پیدا کرتی اور گناہ کا موجب بنتی ہے +

خیر و شر کا یہ انکشاف ہمیں قرآن میں ملتا ہے جو شر کو محض کسبی گردانتا ہے نہ کہ "جدی"
اصابك من حسنةٍ فمن الله ۔ ما اصابك من سيئةٍ فمن الفنسك **ترجمہ** تمہیں
جو خیر پہنچتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے۔ اور جو مصیبت نازل ہوتی ہے وہ تمہارے اپنے فعلوں کا نتیجہ ہے)
بدی خدا کی طرف سے نہیں بلکہ انسانی افعال یا جہالت اور بے پروائی کا نتیجہ ہے خدائی الہام
انہیں حدود کی ہدایت کے لئے ہوتا ہے۔ خدا نے ہمیں اسکی پیدا کردہ اشیاء کے صحیح و غلط استعمال
میں تمیز کرنے کی قوت عطا فرمائی ہے۔ اس نے ہمیں اس کا علم دیا ہے۔ اور اگر ہم اس کے
خلاف کرتے ہیں۔ تو ہم اپنے افعال کے جوابدہ اور سزا کے مستوجب ہیں۔ قدرت کی ہر چیز مع
انسان اور اسکی قابلیتوں کے قانون کے زیر حکومت ہے ان قوانین کی پابندی ہمارے لئے "خیر" ہے
لیکن اگر ہم ان کو توڑتے ہیں تو نتیجہ یقیناً اس کا الٹ ہو گا سینٹ پال ایسی سادہ منطق بھی
نہ سمجھ سکا۔ اور نہ ہی اس کے بعد کے پادری اپنے دلوں کو اس کے مغالطہ سے پاک کر سکے
اس کی رائے میں قانون ایک لعنت تھا۔ جو دنیا میں گناہ لایا۔ اور جس سے نجات اسکو
صرف خون مسیح میں نظر آئی۔ قانون گناہ نہیں پیدا کرتا بلکہ اسکی خلاف ورزی بدی کا
موجب ہوتی ہے۔ قانون خیر کے حاصل کرنے کا راستہ ہے۔ اور اسکی خلاف ورزی گناہ ہے۔
قرآن کی زبان اس قدر واضح ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق کوئی شک دل میں باقی نہیں چھوڑتی۔ تمام
عربی الفاظ کے معنی جو انگریزی لفظ Sin (سن) کے مقابلہ میں یا اس کا مفہوم ظاہر
کرنے کیلئے متن میں موجود ہیں تجاوز کرنا یا خاص حدود سے آگے نکلجانا ہے۔

"جناح" جرم کے لغوی معنی ہیں مناسب جگہ سے برطرف ہونا۔

"عصا" کے معنی ہیں بڑھ جانا (حد سے)

"جرم" کے معنی ہیں ایک طرف پھینکے جانا۔

"ذم" کے معنی ہیں جائز خطوط سے اوپر رہنا۔

"عدا" کے معنی ہیں حد سے گذر جانا۔

غرضیکہ یہ تمام عربی الفاظ قرآن میں سن (یعنی گناہ کیلئے آتے ہیں۔ اور ان کے
انہیں معنی جو اوپر بیان ہوئے ہیں؟ قرآنی تعلیم کے مطابق "گناہ" کی صورت و اصلیت بتاتے ہیں جو

خاص حدود سے آگے بڑھ جانا ہے +

لفظ تُبتی۔ جو قرآن میں تاسف کیلئے آتا ہے۔ اس مسئلہ پر زاید روشنی ڈالتا ہے اس کے لغوی معنی ہیں "واپس ہونا"۔ انسان کے تمام افعال جب تک وہ حدود کے اندر رہے نیکی ہیں۔ اگر وہ حدود سے تجاوز کرے تو وہ گناہگار ہے لیکن جب وہ حدود میں رجعت کرتا ہے تو لفظ کے اسلامی معنوں میں وہ توبہ کرتا ہے۔ اس سوال کا ایک اور پہلو بھی ہے جس پر کچھ کہنے کی ضرورت ہے یہ ہمارے گناہ کرنے کی قابلیت کا مسئلہ ہے +

مذہب بت پرستی اور عناصر پرستی

یہ یقین کہ اگر کسی حقیقی یا فرضی چیز کو اس امید پر پوجا کہ یہ فعل زندگی میں ہماری خوش قسمتی اور آخرت میں نجات کا باعث ہو گا۔ وسط افریقہ میں لوگوں کو اصنام پرستی پر قائم رکھے ہوئے ہے۔ ہم ان لوگوں کو انڈے کے خول کے آگے سر نیاز خم کرنے کیلئے الزام نہیں دے سکتے کوئی زمانہ یا ملک اصنام پرستی سے خالی نہیں رہا۔ لوگ عناصر اور ان کے مرکبات کی اس ایمان پر عبادت کرتے رہے ہیں۔ ثواقب۔ دریا۔ اشجار۔ حجر۔ حیوانات انسان سب اپنی پرستش کراتے رہے ہیں۔ جو صرف خدا کے بزرگ و برتر ہی کا حق تھا۔ کیا یہ سب بت پرستی نہیں۔ اگر بعض ہندوستانی ایک چیز کی ایسی ہی تعظیم و تکریم کرتے ہیں جیسی افریقہ کے غیر مہذب دہقانی انڈے کے چھلکے کی تو عقل افریقہ اور ہند کی نفسیات کے درمیان فرق نہیں کر سکتی لیکن سائنس نے توان تمام دیرینہ دیویوں کو ہماری کنیزیں بنا دیا ہے۔ وہ آہنیت کے تخت سے اتار کر ہماری خدمت پر لگا دی گئی ہیں کسی زمانہ میں وہ ہماری حکمران تھیں۔ اب تو ہمارے قدموں میں بیٹھی ہیں + مگر مادہ بھی ایک ہرجائی کیریکٹر ہے۔ مختلف زمانوں اور ملکوں میں مختلف شکلوں اور صورتوں میں رونما ہوتا ہے۔ جب ایک نسل کا ربانی لباس بالکل پھٹ جاتا ہے اور اسکے عیب ظاہر ہونے لگتے ہیں تو یہ نئی پوشاک بدلتا ہے۔ اور بنی آدم سے پھر تعظیم کا مدعی ہوتا ہے ٹھیک جس طرح ایک برہمن ہر روز تازہ پھول اپنے دیوتا پر چڑھاتا ہے۔ اور کل کے ہار اتار کر پھینک دیتا ہے۔ اسی طرح انسان مختلف خیالات و جذبات کے ماتحت کبھی انڈے کو پوجتا اور کبھی کسی آدم زاد میں خدا کو جلوہ گر دیکھتا رہا ہے۔ اگر ہمیں یقین ہے کہ کسی شخص کی یا اسکی زندگی کے کسی واقعہ کی تقدیس اور برتری

انسان عظمت پر ایمان لانا ہمارے اخلاق کی حیرت انگیز طور پر کایا پلٹ دیتا ہے۔ اور ہمیں خدا کی بہترین انعام و اکرام کا مورد بنا دیتا ہے۔ حالانکہ یہ صرف وہم ہی وہم ہے اصلیت کچھ بھی نہیں تو میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ہم اپنے وسط افریقہ کے ہمجنسوں پر کیا فوقیت رکھتے ہیں۔ اگر یہ مقدمات صحیح ہیں۔ تو کیا میں یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب نہیں ہوں کہ دنیا کے ایسے تمام مذاہب اور عیسائیت ان میں شامل ہے جو آدمی کی دنیوی اور اُخروی نجات کو صرف چند معتقدات پر منحصر سمجھتے ہیں۔ اور اعمال سے واسطہ نہیں رکھتے۔ مادہ پرستی اور عناصر پرستی کی ایک جلا کی ہوئی شکل ہے۔ بعض رسمیات کو جنہیں مذہبی بولی میں خدا کی عبادت کہا جاتا ہے۔ اس ایمان سے ادا کرنا کہ وہ ہماری روحانی ترقی کیلئے کافی ہے انتہائی درجہ کی بت پرستی کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ عشاء ربانی کا کھانا یہاں تک تو بالکل ٹھیک ہے کہ اس سے مسیح کی آخری دعوت کی یاد تازہ رہتی ہے مگر اسکو اس خیال سے قرب الٰہی کہنا کہ یہ ہمارے جسم میں مسیح کا خون اور گوشت لے آتا ہے ایک ایسی بات ہے جس کو کوئی ذیعقل عزت کی نگاہ سے تسلیم نہیں کر سکتا۔ یہ اپنی قسم کی کوئی نئی بات نہیں۔ ہندوستان کے ہر مندر میں قرب الٰہی حاصل کرنے کے ایسے ہی طریق رائج ہیں۔ بُتوں کی منتیں ماننا اور چڑھاوے چڑھانا ان آسمانی رُوحوں کے قرب کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے جن کی مورتوں کے آگے نذرین پیش کیجاتی ہیں جب تک انسان مذہب اور عقل کو دل کے دو علیحدہ علیحدہ خانوں میں بند رکھیگا۔ بُت پرستی کسی کسی شکل میں رُونما ہوتی رہیگی۔ ان تمام معتقدات و رسمیات کو جو مختلف مذاہب میں دائر و سائر ہیں اس خدا کے عطیہ جو انسان اور حیوان میں وُہ احد مابہ الامتیاز ہے یعنی عقل کی کسوٹی پر پرکھو تمہاری تمام دیوتا اور دیویاں خاک میں ملجائیں گے۔ وہ محض بُت کے بت رہجائیں گے۔ جن کو پہلے جہالت اور خوش اعتقادی نے خوشنما پوشاک میں ملبوس کر رکھا تھا۔ کائنات عالم کی تمام اشیاء ایکدوسرے کی

نب: لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتٰب والنبیین ج واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل و السائلین وفی الرقاب ج واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ ج والموفون بعھدھم اذا عاھدوا ج والصٰبرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا ط واولئک ھم المتقون +

مدد و معاون ہیں ۔ وہ بعض خاصیتوں میں مختلف ہیں لیکن سب کی سب خوش سلوبی سے اپنے افعال کو انجام دے رہے ہیں ۔ اگر مذہب خدا کی طرف سے ہے ۔ اور اسی کا عطیہ ہے تو کوئی مذہب یا ایمان جو ہمارے ادراک کے منافی ہو ۔ آسمانی مذہب نہیں ۔ بلکہ صرف بت پرستی و مادہ پرستی ہے خدا ہماری عزت و تکریم کا محتاج نہیں ۔ اگر ہماری عبادتیں اسکی خوشنودی کا باعث ہوتی ہیں تو وہ جذبات کا خدا ہے ۔ ایسے خیال "انسان صفت خدا" کے ماننے کا باعث ہوتے ہیں جو اخلاقیات کے لئے مفید نہیں ۔ اگر انسان واقعی جیسا عموماً کہا جاتا ہے خدا کی بہترین صنعت ہے ۔ تو اسکی پیدائش کا ضرور کوئی اعلےٰ مقصد ہونا چاہئے ۔ کھانا پینا اور افزائش نسل تو کوئی بلند غرض نہیں اس طرح تو عالم حیوانات کے تمام ادنےٰ ممبر بھی اشرف المخلوقات کے ہم پایہ ہوئے انسانی ڈھانچے میں کچھ اور بھی ہے مثلاً اخلاقیات ۔ عادات فاضلہ ۔ روحانیت ۔ اور روح ۔ خدائے برتر کے مقدس قرب کے لئے خواہش پرواز ۔ اگر انسان کی یہ بالقوی استعدادیں کسی مذہب کی پیروی سے بالفعل نہیں ہو سکتیں تو وہ مذہب نہیں بلکہ بت پرستی کی متفرق شکلیں ہیں ۔ اسلام نے مذہب میں ایک نیا مقصد پیدا کر دیا ہے یعنی اسے زندگی کا ایک نظریہ بنا دیا ہے اور ایسے قواعد و ضوابط مہیا کر دیئے ۔ جن پر عمل پیرا ہو کر انسان اپنی فطری استعدادوں کو بالفعل بنا سکتا ہے +

اسلام میں عبادت خدائی قانون کی پوری پوری اطاعت اور فرمانبرداری ہے ۔ جو کچھ مسلمان مسجدوں میں کرتے ہیں ۔ وہ ان کے دلوں کی حالت کا پتا بتاتا ہے ۔ ان کا رکوع اور سجود صاف ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو خدا کی رضاء کیلئے پست و ذلیل کرنے کے لئے بالکل مستعد ہیں ۔ تاکہ اس مقصد عظیم کو پورا کر سکیں جس کے لئے انسان پیدا ہوا ہے ۔ یعنی آخرت میں ترقی کرنے کیلئے اپنے آپ کو قابل بنانا +

لنڈن مسلم ہاؤس ۱۸ ستمبر ۱۹ء

دیوتاؤں کی پیدائش ۔ موت اور دوبارہ پیدائش

انسان ایک عبادتگذار حیوان ہے ۔ وہ کسی نہ کسی کی پرستش ضروری سمجھتا ہے بت پرستی سے انسان پرستی تک اسکی جستجوئے معبود نے اسکے دیوتاؤں کو مختلف لباسوں اور رنگوں میں پیدائش

دی ہے منکر خدا کا بھی ایک نہ ایک بُت ہوتا ہے۔ وہ اپنے مطلوب و مرغوب خواہشات کی پرستش کرتا ہے اس میلان طبع کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ارءیت من اتخذ الٰھہ ھواہ (الفرقان رکوع ۴ آیت ۴۴) انسان کی اپنی خواہشات ہی اس کی دیویاں بنجاتی ہیں سب کی حاجات اس کے دیوتاؤں کو متفرق پوشاکوں میں ملبس کرتی ہیں۔ اور اس کے نصب العین ان کو خدائی اوصاف سے آراستہ و مزین کرتے ہیں۔ کچھ دیر کے لئے ایسے دیوتا ہمارے نصب العین کی طرح ابدی معلوم ہوتے ہیں مگر ہمیشہ غیر مرئی طور پر بدلتے رہتے ہیں ہماری حالتیں تبدیل ہوتی ہیں۔ اور ساتھ ہی ہماری حاجات و خواہشات بھی۔ نئے ماحول ہمارے خیالات پر اثر ڈالتے ہیں۔ اور ہمارے مقصد و نصب العین کو نئی شکل دیتے ہیں۔ کل کا خوبصورت آج مکروہ اور بدنما ہو جاتا ہے۔ دیوتاؤں کی پرانی صفات اب ہمیں ہرگز اپیل نہیں کرتیں لہذا پرانا خدا مر جاتا ہے اور نیا خدا جدید خیالات میں ملبس ہو کر پیدائش پاتا ہے۔ بدھ مذہب کا ایک شاعر کہتا ہے "جو ہار اس نے پہنا ہوتا ہے۔ اسکے پھول مرجھا جاتے ہیں۔ اس کا شاہی لباس کہنہ اور دریدہ ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی بلند جگہ سے نیچے گرتا ہے۔ اور پھر نیا جنم لیتا ہے اسے نیا نام ملتا ہے مگر انسان کی اپنی ہی مخلوق ہوتا ہے۔ نئے خیالات ایک نئے دیوتا کے لباس میں اس کے دل میں جلوہ گر ہوتے ہیں"۔ دیوتاؤں کے مختلف قصوں میں خدا کے تصورات میں جو اختلافات ہیں اسکی یہی وجہ ہے لیکن دنیا کبھی حکایات اور افسانوں سے خالی نہیں رہی۔ وہ ایسی رمز شناس ہے کہ ہوا کے ہر جھونکے پر اپنی شکل کاٹ چھانٹ کر منوا لیتی ہے زمانہ کی تبدیلیاں جو نئے خیالات پیدا کرتی ہیں وہ ہمیشہ اسکو کسی نہ کسی نئی صورت میں ڈھال دیتے ہیں عیسویت کے گذشتہ دو ہزار سالوں میں معبود نے کئی جون بدلے ہیں الوہیت مسیح کے عام خیالات کے ماتحت وقتاً فوقتاً مختلف تصریح و تشریح ہوتی رہی ہے چرچ ہمیشہ سے ابن الوقت رہا ہے ضروریات زمانہ کے مطابق اس کے قدم بھی پھیلتے ہیں۔ یہ تبدیلی گو محسوس نہیں ہوتی لیکن ہمیشہ ہوتی رہی ہے ہمارے ایام تو عجائبات و معجزات کے دن ہیں۔ زمانہ اڑتا چلا جا رہا ہے صدیوں کا کام کوئی دس سال میں پورا ہوتا ہے۔ ہمارے دن لوگوں کے خیالات کو بدلنے میں سالوں کا کام کرتے ہیں بھلا ایسا زمانہ مغرب میں چرچ کی الہیات پر اثر کئے بغیر کب رہ سکتا تھا۔ میرے خیال میں تو ممکن نہیں

ہم پر پھر نزع کی مصیبتیں اور بلائیں ایک ہی وقت میں نازل ہیں۔ پہاڑ پر سے بولنے والا خدا۔ ایام جنگ میں پھر کیلواری پر موجود تھا۔ شاہزادہ امن کا لباس دریدہ ہو چکا تھا۔ وہ قبر میں رکھدیا گیا مگر اس کا دوسرا جسم بھی کچھ دور نہ تھا۔ پھر اٹھایا گیا اور مسیح شاخ زیتون کی بجائے مرتخ کا رسول ہاتھ میں لئے خندقوں میں خاکی وردی زیب تن کئے ہوئے دکھائی دیا۔ امن کا خدا جو برائے نام صدیوں تک عیسائی ملکوں پر نرمی و محبت کی روح پھونکنے میں حکمران رہا مغرب کی حرع الارض کے موافق طبع تھا۔ لہذا اُسے مرکر پھر جنگ کے دیوتا کا مظہر بنکر آنا پڑا۔

ایک وقت امن کی خوشخبری لانیوالا خداوں گویا تھا "میں تمہیں کہتا ہوں کہ بدی کا مقابلہ مت کرو۔ بلکہ جو کوئی تمہیں دائیں رخسار پر مارے تو دوسرا بھی اسکی طرف پھیر دو۔ اور اگر کوئی آدمی تیرا کوٹ لے جائے تو اسے اپنا جبّہ بھی دے دو۔ دشمنوں سے محبت رکھو۔ جو تم پر لعنت بھیجیں تم اُن کیلئے برکت مانگو۔ جو تمہیں حقیر سمجھتے ہیں تم ان سے نیکی کرو۔ اور جو تم پر ظلم کریں تم اُن کیلئے دعا" کے الفاظ بالکل سادہ تھے۔ لغوی معنوں کے علاوہ ان سے کبھی کوئی کوئی اور مفہوم نہیں لیا گیا۔ اس کے پجاریوں کے لئے مسیح کی بھیڑیں کہلانا باعث فخر تھا لیکن واقعات نے پلٹا کھایا۔ اور کئی ایک بشپ جبّے اور سفید چغے زیب تن کئے ہوئے لندن کے بشپ کی زیرسرکردگی ۹ جون ۱۹۱۷ء کو بعد دوپہر ہائیڈ پارک کی طرف ایک جلوس میں نکلے جب وہ ماربل آرچ پہنچے تو لندن کے ایک بشپ نے اپنے خطبہ میں ذیل کے الفاظ کہے:-

"نئے عہدنامہ کی تمام آیات جو نیک مغرض پیش کرتے ہیں صحیح طور پر نہیں سمجھی گئیں۔ اور غلط طریق سے بیان ہوئی ہیں۔ ... اگر ہم ایک بدمعاش کو کسی ننھے بچے سے بدسلوکی کرتے ہوئے دیکھیں تو کیا ہمیں خاموش رہنا چاہئے نہیں بلکہ ہمیں فوراً پوری قوت سے اس بدمعاش کو سزا دینی چاہئے چھوٹی چھوٹی سلطنتیں اپنے حقوق کیلئے لڑینگی۔ طاقتور قوموں کا فرض ہے کہ وہ دنیا کی کمزور قوموں کو حملہ آوروں سے بچائیں ... ہمیں حملہ آوروں کو مقبوضہ زمین سے نکالنا چاہئے۔ اگر ہم خاموش بیٹھے رہتے۔ اور ہاتھ پاؤں نہ ہلاتے تو انگلینڈ کی عورتوں اور بچوں کا بھی وہی حشر ہوتا جو بلجیم والوں کا ہوا"!!

اسی مہینے میں جب چیلمسفورڈ کے لارڈ کے بشپ نے الفورڈ میں زخمی سپاہیوں کے

استعمال کیلئے ایک موٹر گاڑی نذر کی۔ تو کہا کہ لڑائی جاری ہے کیونکہ تلوار کو رکھ دینا ایک جرم اور بیوقوفی ہوگی۔ جب تک وہ مقصد پورا نہ ہو جائے جس کیلئے وہ میان سے کھینچی گئی تھی"۔

کیا یہ لفظ اس کے پیرو کی زبان سے نکل سکتے ہیں جس نے کہا ہے "تمام وہ جو تلوار نکالتے ہیں تلوار سے تباہ ہوں گے"۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ مغرب والے کب تک اپنے خدا کو کیچلی بنوائے رہینگے۔ ادراک اور تمدن انکو پرانے بُت پرستی کے دنوں کی وراثت ترک کرنے پر مجبور ہونگے اُن کو بالآخر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بیٹھنا پڑیگا۔ جو خدا نہ تھا لیکن خدا کے تدبر کا صحیح نمائندہ تھا عملاً تو انہوں نے ایسا کر لیا ہے گو ظاہر میں ابھی اقرار سے عاری ہیں الفاظ متذکرہ بالا میں چیلمسفورڈ کے لشپ کو امن کی نام نہاد خوشخبری کو چھوڑنا پڑا اور ایسی ناگہانیات کے لئے جنہیں عیسائیت کے خدا کی تعلیم ہمارے کسی کام نہیں آسکتی اس کو قرآن حکیم کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے اور دوسروں کو ایسی ہی ترغیب دینے کی ضرورت پڑی۔ قرآن مقدس کہتا ہے۔ وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون۔ ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا۔ واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا۔ ترجمہ۔ ناتوان مردوں عورتوں اور بچوں کے واسطے کیوں نہیں لڑتے جو کہتے ہیں اے ہمارے خدا ہمیں اس شہر سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں ہمیں کوئی اپنی طرف سے مددگار بھیج۔ اور ہمیں کوئی اپنی طرف سے حفاظت کرنیوالا عنایت کر۔

مسیح مذہب کے پیرو تھے لیکن بانی نہ تھے

اگر ہمارے اقوال و افعال ہمارے عزائم و شخصیت کا واقعی آئینہ ہوتے ہیں۔ اور ہمارے متعلق دوسروں کی رائے سے زیادہ وقعت رکھتے ہیں۔ تو میں بہ وثوق تمام کہہ سکتا ہوں کہ حضرت مسیح نے کبھی نئی شریعت سکھلانے کا دعویٰ نہیں کیا۔ یہ چہار انجیل نویس بھی اسکو ایسا ظاہر نہیں کرتے وہ دوسرے یہودیوں کی طرح ایک یہودی تھے۔ اور عام ربیوں کی طرح ایک ربی۔ یہی ایک نتیجہ ہے جو ہر غیر متعصب ناظر اناجیل سے اخذ کر سکتا ہے جب اس سے پوچھا گیا "میرے آقا۔ زندہ رہنے کیلئے مجھے کیا کرنا چاہیئے"

تو اس نے جواب دیا "قانون کی پابندی کرو" ہر امین دل جب وہ اپنے فرض کی اہمیت کو سمجھتا ہے یہ سوال پوچھیگا۔ اور اس کا صحیح جواب وہی ہے جو مسیح نے دیا۔ اور ہر نبی اور معلم جو دنیا کی اصلاح کیلئے ہو یہی ایک جواب دیگا "قانون کی پابندی" ہر مسئلہ کا واحد حل اور ہمارے تمام اعمال کی کامیابی کی کنجی ہے۔ اگر اسکی خلاف ورزی سے بدی وقوع میں آئی ہے تو اس کا علاج صرف قانون کی اطاعت ہی ہے۔ یہ امر روحانی اور اخلاقی طبقہ میں بھی ایسا ہی صحیح ہے جیسا کہ جسمانی طبقہ میں۔ درد سر جو بعض قوانین حفظان صحت کی بے پرواہی کا نتیجہ ہو کسی طبیب کے سر پھوڑنے سے دور نہیں ہوتی ہم طبیعت کو مدد دینے کیلئے دوائی استعمال کرتے ہیں۔ اور قوانین صحت کے توڑنے سے جو نقصان ہوتا ہے اسکی تلافی کرتے ہیں اگر سر پھوڑ لینا مریض کی صحت یا طبیعت کی تقویت کا موجب نہیں ہوسکتا۔ تو صلیب پر مرنا بھی گذشتہ گناہوں کو نہیں دھو سکتا۔ اور اس پر ایمان رکھنا روح کی آیندہ ضمانت کا ذمہ وار نہیں ہوسکتا کیونکہ گناہ تو قانون کی خلاف ورزی کا نام ہے۔ مسیح نے کبھی وہ خام اور نفیس روحانی اصول نہیں سکھلائے جو آج (رومیوں) کے پانچویں اور چھٹے بابوں میں پڑھتے ہیں۔ غالباً سینٹ پال کے ماحول و ماسبق ہی اسکے خبط کا باعث ہوئے۔ جب اسے لوگوں نے اسے رد دیا۔ تو وہ غیر یہودیوں کے پاس گیا جو مکمل یہودی شرح کو کسی طرح بھی قبول نہ کر سکتے تھی "پاسل" نبی کیلئے اسکے سوائے کوئی چارہ نہ تھا۔ کہ قانون کو لعنت قرار دے اور اسکی وقعت کو کم کرے۔ حضرت مسیح کے مذہب سے اس طرح ہٹ جانے کے جواز کو ثابت کرنے کے لئے اسکی فکر کا دت طبع اسکی مدد کو پہنچی۔ اور اس نے کفارہ کا مذہب نکالا۔

مسیح کا سبت کو توڑنا الوہیت کی علامت نہیں

مسیح نے کبھی بھی موسوی شریعت کی پابندی کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ وہ ہمیشہ یہودی شرع پر کاربند رہا۔ اور اگر اس نے کبھی خلاف ورزی کی۔ تو وہ اسکی زندگی کے صرف دو واقعات ہیں۔ مگر ان سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ضرورت کے وقت وہ یہودی رسم و رواج کو بالکل ترک کر سکتا تھا۔ علاوہ بریں انمیں کوئی ایک بھی زیادہ وقعت نہیں رکھتا ہے۔ اس کا سبت کے دن غلے کے بھٹے توڑ لینے کی اجازت دے دینا اور کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ

دھونے کے دستور کی پرواہ نہ کرنا۔ قانون کی نہیں بلکہ ربیوں کے رواج کی خلاف ورزی تھی اس فسخ کے باوجود بھی وہ ایسا ہی سبت کا لاڈو ہی جیسا کوئی اور پابند قانون مگر رسمیات سے لاپرواہ رہ نی اس زمانہ میں ہو سکتا تھا بشرطیکہ رواج اور قانون میں جو فرق ہے اسے سمجھنے کی کبھی کوشش بھی کی ہو +

ایک ایسی قوم کو جو قانون سے بیخبر اور رواجات میں پھنسی ہوئی تھی بیدار کرنے کیلئے کئی ایک سخت تدابیر کی ضرورت تھی۔ اس کا منشا تھا کہ اول الذکر کی پیروی کریں۔ اور اگر ضرورت ہو تو موخرالذکر کو ترک کر دیں۔ اور اس کا بہترین طریقہ یہی تھا۔ کہ وہ ان کے ایک مسلمہ دستور کو خود توڑتا۔ وہ اپنے گروہ کو تکلفات کی غلامی سے آزاد نہ کرا سکتا تھا۔ جبتک انکو خود نہ چھوڑتا ایک طرف تو اس نے سبت کو توڑا لیکن دوسری طرف صاف کہا کہ میں قانون کو تباہ کرنے کیلئے نہیں آیا۔ اس طرح اس نے رواج کے بندوں کو قانون اور رسم میں فرق کرنا سکھلایا۔ ربانی ہدایات کے مطابق سبت کا منانا خلاف فطرت تھا۔ لہذا خدائی قانون نہ ہو سکتا تھا۔ اس غلطی سے آگاہ کرنے کیلئے مسیح نے سبت کو توڑا۔ وہ صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ سبت کا مدعا احکامات کے مطابق بنی آدم کی خدمت یعنی چھ دنوں کے کام کے بعد راحت دینا تھا۔ اس کا یہ کہنا بالکل ٹھیک تھا۔ کہ سبت انسان کے لئے بنا نہ کہ انسان سبت کے لئے سبت کو توڑ کر اس نے ایک عمدہ سبق دیا کہ عیسائیوں اور پادریوں نے اسکی پرواہ نہ کی اور اس انحراف کو خدائی اختیار کی علامت سمجھا جو اسکی ذات کے لئے مخصوص تھی۔ وہ اندھا دھند غلامانہ طور سے دو ہزار برس تک سبت مناتے رہے۔ حتیٰ کہ اس جنگ عظیم نے انکی آنکھیں کھولیں۔ یہ خدائی استحقاق جو چرچ نے مسیح کیلئے مخصوص کر رکھا تھا ضروریات زمانہ کے ہاتھوں چور چور ہوا۔ ہر ایک با ایمان عیسائی سبت کے دن بولنے اور بھٹے توڑنے لگا۔ جس کی عزت پابندی سے خلاف ورزی میں تھی +

خریداران رسالہ کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ مہربانی کر کے رسالہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت کی توجہ فرمائیں + منیجر

اسلامی اور عیسائی تہذیب

(از قلم مسٹر آر - لعسان صاحب)

سوسائٹی میں عورتوں کی قدر و منزلت تہذیب کا ایک یقینی معیار ہے حضرت مسیح نے جیسا ہم انجیل میں پڑھتے ہیں اس کے متعلق ہدایت فرمائی ہے نبی کریم صلعم نے بھی اپنے قول و فعل سے عورتوں کی عزت کرنے پر بہت زور دیا ہے - آپ کا فرمانا کہ جنت تمہاری ماؤں کے قدموں تلے ہے اس امر کی کافی دلیل ہے کثیر الازدواجی کو نبی کریم صلعم نے رائج نہیں کیا بلکہ تمام پرانی اقوام میں اس کا رواج تھا - اس رسم کی آڑ میں عورتوں سے نہایت بُرا سلوک ہوتا تھا - آپنے اس رسم کے بد نتائج کو روکنے کیلئے اسے باقاعدہ بنانے کی کوشش کی تاکہ تعدد ازدواج وہی شخص کر سکے جو اس بوجھ کو سنبھالنے کے قابل ہو - اور اپنی بیویوں میں انصاف قائم رکھ سکے - فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلٰث و ربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ (ترجمہ) تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو اور تین تین اور چار چار نکاح کرلو لیکن اگر تم کو اسبات کا اندیشہ ہو کہ کئی بیبیوں میں برابری کے ساتھ برتاؤ نہ کر سکو گے تو ایک ہی بی بی کرنا (النساء رکوع ۲) +

اس قسم کی بندشوں نے عورت کی حالت میں نمایاں تبدیلی پیدا کر دی حضرت خدیجہ رضؓ کی زندگی میں نبی کریم صلعم نے اور کوئی نکاح نہیں کیا - بعد میں ازواج مطہرات تو اولاد کیلئے ہوتے جسے مشرق میں بہت اہمیت دیجاتی ہے جنمیں سے ایک اصحابہ میں نفاق کو روکنے کی خاطر سے ہوا - حرم کی علیحدگی اور بہت سی بداخلاقیوں کو روکنے کیلئے کافی تھی - اسلام میں عورتوں نے بڑے بڑے جلیل القدر مراتب حاصل کئے - زبیدہ جو ہاروں کی اہلیہ تھیں بہت سے عہدوں پر ممتاز رہیں - سکینہ حضرت علیؓ کی نواسی اپنے زمانہ کی نہایت ہی قابل اور نیک خاتون تھیں - بوران اہلیہ مامون ان کی دختر اور ہمشیرہ سب اپنے علم و فضل کی وجہ سے شہرہ آفاق تھیں - شیخہ مشہور شدہ بغداد میں زباندانی نظم اور علم پر لیکچر دیا کرتی تھیں - ذبورہ بڑے بڑے جنگجو بہادروں کے ساتھ جنگ میں شریک

ہوتی تھیں پاک باز رابعہ بھی آخری زمانہ کی مشہور خاتون ہیں۔ قرطبہ کے کالجوں میں زنانہ مریضوں کیلئے عورتیں ہی نرسری کا کام کرتی تھیں عیسائیت عورتوں کو کسی اور نظر سے دیکھتی ہے کرائیسوسٹم ایک جگہ لکھتا ہے۔ عورت کیا ہے مگر رفاقت کی دشمن ایک لابدی سزا ایک ضروری بدی اور ایک قدرتی لالچ آنسوؤں کا منبع قدرت کی ایک بد کائنات جو بظاہر خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔ یہ بیوفا ہے اور ٹیڑھی پسلی سے بنی ہے۔ اسلئے اسی وقت سے اسکی فطرت ٹیڑھی چلی آتی ہے بعض کے مطابق عورت جہنم کا دروازہ ہے۔ اسی قسم کے اور الفاظ عیسائیوں نے عورت کی نسبت لکھے ہیں کلیسہ نے عورت کو یہ عزت بخشی ہے اور پھر حضرت مریم کی پرستش بھی ہوتی ہے۔

لی (Lea) اپنی تصنیف (Superstition and force) میں جادوگری کی سزا جو عورتوں کو دیجاتی تھی اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ ایک جادوگر عورتوں کی شناخت کرنیوالے کا بیان ہے۔ کہ اس نے اکیسویں عورتوں کو ناحق آگ میں جلوا دیا۔ یہ قبیح رسم ۱۷۲۲ء تک جاری رہی جب ایک بوڑھی عورت کو جس کا دماغ عمر کی وجہ سے صحیح نہ تھا جلانے کا حکم دیا گیا۔ یہ عورت جلتی آگ دیکھ کر خوش ہوئی اور اپنے ہاتھ آگ پر تاپنے لگی (Rogers, Scotland Social and Domestic Page 291)

اسی طرح فرانس اور جرمنی میں بھی عورتوں کو جلایا جاتا تھا۔ کلیسہ کے اراکین اور مذہبی پیشوا انجیل مقدس کو ہاتھ میں لیکر اس رسم کی حمایت کرتے تھے۔ لوتھر نے بھی جن بھوت کے عقیدہ کی توسیع کی۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ ذہنی علوم بالکل نابود ہوگئے۔ اور دنیا پر جن بھوت اور اسی قسم کی تاریک ہستیوں کی حکومت قائم ہوگئی سینٹ گریگوری اعظم نے فوکاس کو سلطنت بیزنطائن کے حقیقی وارث شہنشاہ موراتس کے قتل پر مبارکباد دی +

موراتس کو اسکی جائے پناہ سے نکالا گیا۔ اس کے پانچ بیٹوں کو اسکی آنکھوں کے سامنے مار کر آخر اسے ہلاک کردیا۔ ملکہ کو بھی سینٹ صوفیا کے گرجے سے نکالکر اسکی تینوں بیٹیوں سمیت ایزارسانی کے بعد قتل کردیا گیا۔ اس خاندان کے باقیماندہ اشخاص سے بھی سخت انتقام لیا گیا بعض کو اندھا کردیا۔ اور بعض کی زبانیں کاٹ ڈالیں۔ اور کئی ایک آگ کی نذر ہوگئے

یہ عذاب اسلئے دیا گیا کہ یہ خاندان پکا عیسائی نہ تھا۔ گریگوری نے فوکاس کو دو خط لکھے جو انجیل کی آیات سے پُر تھے۔ اور اس کی کامیابی پر مبارکباد دی +

اسلام میں مادہ پرستی یا بت پرستی کا نام و نشان تک نہیں شروع سے ہی یہ مذہب توحید کا حامی رہا ہے۔ نبی کریم صلعم نے آکر بت پرستی کا خاتمہ کر دیا۔ اسلام سے پہلے بتوں کی پوجا اور مختلف مظاہر قدرت اور عناصر کی پرستش ہی لوگوں کا مذہب تھا۔ کلیسیہ میں آج بھی یہی رنگ موجود ہے۔ بیشمار اولیاء۔ فرشتے اور شہید عبادت کے مطلع کو تاریک کئے ہوئے ہیں بلجیم میں ابھی تک تین درخت ہیں جنکی پرستش ہوتی ہے۔ اور ان کے گرد عجیب و غریب رسوم ادا کیجاتی ہیں عیسائیت نے پرانے مذہب کا خاتمہ نہیں کیا۔ بلکہ اس کو اپنے اندر جذب کر لیا۔ اور بہت سی توہم پرستیوں دیوتا اور دیویوں کے قصوں کو اپنے اندر رائج کر لیا۔ مذہب کی روشنی میں توہم پرستی قائم نہیں رہ سکتی۔ زمانہ وسطیٰ کے ہر ایک گرجا میں ایک جادوگر کا ہونا ضروری تھا۔ جو تعویذ گنڈے اور سحر کے متعلق ایسی ہی اور اشیاء فروخت کیا کرتا تھا۔ (رنڈبرگ) آج بھی حادثات سے بچنے اور بچوں کو ارواح اور بھوتوں سے محفوظ رکھنے کیلئے گھوڑے کا آہنی نعل استعمال ہوتا ہے۔ ان باتوں کے تحریر کرنے سے صرف یہ مقصد ہے۔ کہ آج بھی انگلستان میں توہم پرستی عوام میں کس قدر رائج ہے۔ ہمارا مدعا یہ نہیں کہ حضرت مسیح پر کوئی حرف آئے۔ ہر مسلمان آپ کو خدا کی طرف سے ایک نبی مانتے ہیں اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ لوتھر میں اتنی رواداری نہ تھی۔ اس نے جو الفاظ نبی کریم صلعم کی نسبت استعمال کئے ہیں۔ وہ ہرگز ایک عیسائی عالم الہیات کے شایاں نہیں لیکن ان سے لوتھر کی وسعت قلبی کا اندازہ ہو جاتا ہے آج بھی ایسے عیسائی موجود ہیں جو ایسے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ واقعات سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اسلامی اور عیسائی تہذیب کا مقابلہ کرتے ہیں کہ بنی نوع انسان کو کس نے زیادہ فائدہ پہنچایا ہے ہمیں کپتن آسٹنگ ٹیلر کے مندرجہ ذیل ریمارک سے کلی اتفاق ہے +

اوائل میں اسلام کی اشاعت ہی ایک حل طلب معمہ نہیں بلکہ قبولیت اسلام کے بعد

بھی اس کے پیرو نہایت مضبوطی سے اپنے مذہب پر قائم رہتے ہیں۔ افریقہ میں اگر کوئی قبیلہ ایک دفعہ اسلام قبول کر لیتا ہے۔ تو وہ پھر کبھی بت پرستی یا عیسائیت کی طرف مائل نہیں ہوتا عیسائیت کی نسبت اسلام کا حصہ تہذیب میں بہت زیادہ ہے اس کا عملی ثبوت انگریزی حکام کے بیانات میں ملتا ہے۔ ایک حبشی قبیلہ مشرف بہ اسلام ہونے پر جن بھوت اور بتوں کی پرستش ترک کر دیتا ہے۔ مردم خوری انسانی قربانی بچوں کا قتل اور جادو سب غائب ہو جاتے ہیں پھر یہ لوگ لباس کے عادی اور غلاظت سے نکلکر صفائی پسند ہو جاتے ہیں۔ مہمان نوازی ایک مذہبی فرض سمجھا جاتا ہے شراب خوری اور جوے کی طرف شاذ و نادر ہی کوئی رجوع کرتا ہے۔ مرد عورتوں میں بیحیائی کے تعلقات دور ہو جاتے ہیں۔ لوگ امن پسند اور محنتی بن جاتے ہیں عورتوں میں پاکبازی ایک نیکی سمجھی جاتی ہے۔ خانہ جنگی غلاموں اور جانوروں پر ظلم کرنے کی ممانعت ہو جاتی ہے شفقت اور اخوت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں تعدد ازدواج اور غلامی حدود کے اندر آجاتی ہیں اسلام دنیا میں سب سے بڑی ٹمپرنس سوسائٹی ہے اس کے برعکس یورپ میں تجارت کی وسعت شراب خوری اور بداخلاقی کے مترادف ہے اسلام کے ذریعہ جو تہذیب پیدا ہوتی ہے وہ کوئی ادنےٰ درجہ کی نہیں۔ بلکہ اسکے ذریعہ لوگ علم و ہنر سیکھنے لگتے ہیں صفائی پسند اور خوددار ہو جاتے ہیں۔ افریقہ میں بیشمار آدمی بھیجے جاتے ہیں۔ اور پانی کی طرح روپیہ بہایا جاتا ہے آخر کیا نتائج مرتب ہوئے۔ اگر عیسائی ہزاروں کی تعداد میں ہیں تو مسلمان لاکھوں کی" ۔

مندرجہ بالا امور سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام ہمیشہ سے اور اب بھی دنیا میں تہذیب پھیلانے کی ایک زبردست طاقت رہی ہے جو سوشل اور مذہبی نکتہ نگاہ سے عیسائیت سے افضل ہے عیسائیت کے گذشتہ گناہ تعصب ظلم اور قتل اب ضرور رنگ لائیں گے۔ اسے سب مانتے ہیں کہ عوام پر عیسائیت کا اثر نہیں رہا۔ یورپ اور امریکہ میں لوگ مذہب سے عیسائیت کا اثر نہیں رہا یورپ اور امریکہ میں لوگ مذہب سے غافل ہو گئے۔ اور عبادت کی مطلق پرواہ نہیں کرتے لیکن اس حالت کا الزام کس پر ہے۔ کیا کلیسیا لوگوں کی بہتری کے لئے تدبر عمل میں لایا۔ کلیسیہ تو موجودہ

طلاق کی اصلاح کے بھی سخت خلاف ہے۔ حالانکہ یہ اصلاح نہایت مفید ثابت ہو سکتی ہے +
اسلام ہمیشہ تہذیب اور علوم وفنون کا حامی رہا ہے۔ اس نے اپنے پیرووں کے ہر پہلو میں ترقی کو مدنظر رکھا ہے اور نبی کریم صلعم کی اتباع میں ہر ایک کو وحدانیت اور اخوت کا سبق دیا ہے +

نورِ ہدایت کا واحد ذریعہ

(از قلم مسٹر چارلس روشیر)

اے دل تو بسر این معما نہ رسی
در نکتۂ زیرکان دانا نہ رسی
این جا زمے وجام بہشتے میساز
کانجا کہ بہشت است رسی یا نہ رسی

علمی تحقیقات ہمیں یقین دلاتی ہیں۔ کہ جس زمین پر ہم رہتے ہیں۔ وہ عرصہ دراز و مدت مدید سے اسی طرح قائم ہے۔ بنی نوع انسان کے حالات۔ مثلاً مقبروں۔ چٹانوں وغیرہ پر کتبے ہمیں زیادہ سے زیادہ آج سے کوئی سات ہزار برس پہلے تک کا پتا دیتے ہیں۔ یہ مدت اس سیارہ کی عمر کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ بنی نوع انسان کا آغاز اور اسکی عمر کا مسئلہ ابھی تنازعہ فیہ ہے۔ مگر اس معاملہ میں غور وفکر کرنے والے عالم اس بات پر متفق ہیں۔ کہ انسان کے اس نقطہ ارتقاء پر پہنچنے سے پیشتر جس کا پتہ ہمیں تاریخ سے ملتا ہے۔ ایک زمانہ دراز گذر چکا ہے۔ ہم تاریخی ایام سے پیشتر کے حالات کا صرف دھندلا سا قیاس ہی کر سکتے ہیں۔ اور جس زمانہ کے ریکارڈ محفوظ رکھے گئے ہیں اس کے بھی ابتدائی مدارج کا صحیح اندازہ لگانا نہایت مشکل ہے۔

جب ہم قدیم ترین ریکارڈ کو مثلاً مصر قدیم یا وسط امریکہ وغیرہ کے دیکھتے ہیں تو ہمیں

معلوم ہوتا ہے کہ وہ زیادہ تر مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ہم بلا خوف یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ مذہب کسی نہ کسی شکل میں ہمیشہ سے آدمی کے ساتھ رہا ہے۔ اور جوں جوں انسان کا دماغ ترقی کرتا گیا اس نے مذہبی خیالات کو بھی ترقی دی۔ اور ایمانیات کی بنیاد ڈالی۔ مذہب کی نوعیت سے قطع نظر کر کے بعض عقائد کو لوگوں کی کافی تعداد نے قبول کر لیا جس کا نتیجہ ایک باقاعدہ باقاعدہ مذہبی عقیدہ میں متشکل ہوا۔ ہمارا ذہن ایک ایسے انسان کا تصور باندھ سکتا ہے جو ان ابتدائی ایام میں اپنی ہستی کے متعلق علم حاصل کرنا چاہتا ہے۔ کہ میں کیا ہوں۔ یہ زندگی کا احساس ہی تھا جس نے انسان کے دل میں اسکی ذات کی نسبت ایسے خیالات پیدا کئے۔ کیونکہ خدا نے اس کو وہ طاقت عنایت کی تھی۔ جس کو ہم ادراک کہتے ہیں یعنی مشاہدہ اور مقابلہ کرتے واقعات و خیالات کو ملانے اور پھر ان پر رائے قائم کرنے اور نتائج نکالنے کی قوت +

اسمیں شک نہیں کہ انسان سے مادی ماحول نے پہلے اسکی توجہ اور غور کو اپنی طرف منعطف کر لیا۔ اور ان کا سمجھنا بھی مقابلۃً آسان تھا۔ مگر اس نے اسی پر قناعت نہیں کی۔ بلکہ شروع ہی سے وہ ہستی پیدائش زندگی اور موت کے اسرار کو ڈھونڈنے کے درپے رہا ہے۔ اور پرانے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان ہمیشہ اس دنیا کی زندگی کے بعد بھی کسی دوسری حیات ابدی پر ایمان رکھتا رہا ہے۔ بیسیوں چیزیں اسکی عقل کیلئے تاریک اور پر اسرار تھیں انہوں نے اس ابتدائی انسان کو ایک ایسی ہستی کا یقین دلا دیا جو اسکی ذات اور ماحول سے بالاتر ہے۔ اس بالاتر ہستی اور اپنی ذات کے باہمی تعلق کی نسبت انسان کے اپنے خیالات اور اعتقادات (خواہ وہ پیچھے کچھ ہی رہے ہوں اور آج کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ مذہب کی بنیاد اور جوہر ہیں۔ ان معنوں میں بلاشبہ انسان نے ہمیشہ مذہب کی ضرورت کو محسوس کیا ہے۔ غرضیکہ مختلف زمانوں میں انسان نے اعلے ہستی کے متعلق اپنے تصورات کو لے کر ایک قابل الفہم وجود سا بنا لیا اور غیر محدود کو انسانی جامہ پہنانے کی کوشش کی۔ اس غیر معلوم ہستی کی طاقتیں مختلف طریقوں میں ظہور پذیر ہوں مثلاً نور اور ظلمت سورج۔ چاند ستارے اجرام فلکی کی حرکات۔ آگ۔ پانی ہوا اور زمین کے عناصر اور مخلوقات کے عجائبات جو اسکی طرح زندہ اور متحرک تھے +

اور پھر عالیشان پہاڑ۔ دریا۔ ندیاں اور سمندر۔ رعد و باران۔ اولے۔ برف اور تمام مظاہرات قدرت ہم آہنگ ہوکر خدائے بزرگ کی ہستی کے ثبوت کے لئے نعرہ زن ہوئے لیکن ان سب سے بڑھ کر اس نے اپنے قوائے ظاہری۔ باصرہ۔ سامعہ۔ شامہ۔ ذائقہ اور لامسہ سے دریافت کیا اور اس کے اندرونی قوائے نے بھی ایک بزرگ و برتر ہستی کے اس تصور کی تطبیق و تصدیق کی۔ اس کے احساسات خواہشات شہوات رنج و خوشی محبت و نفرت کے جذبات جو بالکل حقیقی تھے۔ اگرچہ حواس خمسہ پر ظاہر نہ تھے۔ مختلف زمانوں میں انسان کے ذہن نے اپنی بناوٹ کے متعلق متفرق تصورات باندھے آخر اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ بحیثیت انسان وہ کئی ایک عناصر کا مجموعہ ہے۔ قدیم مصری انسان کو دس حصوں کا مرکب سمجھتے تھے۔ اور تھیوسافیکل سکول کے ہندوستانی انسان کو سات عناصر کا مجموعہ خیال کرتے تھے ❊

پھر عبرانیوں کے خیالات کی بنیاد غالباً قدیم مصر کے علم و فضل پر تھی۔ شاید سب سے آسان اور سب سے سادہ یہی مقبول عام نتیجہ ہے جو وجود انسانی کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہے جنہیں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ زیر غور آسکتا ہے یعنی جسم روح اور جان ہیں جسم کے متعلق اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ یہ انسان کی شخصیت کو قائم کرتا ہے۔ اور روح کی ہائش کا مقام ہے۔ روح سے دل اور قوائے ذہنی مراد ہیں۔ یہ انسان کی انفرادی ہستی کا موجب ہے۔ اور جان یعنی نور الٰہی کی چنگاری کا مکان ہے۔ یہی نورانی چنگاری جب بھڑک کر شعلہ بن جاتی ہے تو انسان کے روح کو روشن کر دیتی ہے۔ اور اسے اپنے خالق کی صورت پر متشکل کرتی ہے یہانتک کہ جسم بھی اندرونی نور کا بدیہی ثبوت ہوتا ہے کہ ایسے پُر نور شخص دنیا کے معلم پیغمبر اور لیڈر ہوتے ہیں ❊

ہر زمانہ میں انسانوں کی کثیر تعداد اس اعلیٰ ہستی کے خالق اور ہر چیز کا ہادی ہونے پر متفق رہی ہے۔ اور اس کے مختلف صفات بیان کرنے میں کوشاں رہی ہے سچائی۔ انصاف محبت۔ قوت۔ رحم ایسی کوششیں اور خاصکر ان زمانوں میں جب مذہبی اور روحانی پیشواؤں نے رہبری کر کے عقائد گھڑے اور لوگوں پر اپنی حکومت کا سکہ جمایا کیونکہ

مذہب حکمرانوں کے ہاتھوں میں ایک زبردست آلہ رہا ہے) بلا استثنیٰ ایسی بیہودہ صورتوں کا سبب ہوئیں جو تضاد اور پریشانی سے لبریز تھیں جنکا نتیجہ اوہام پرستی بے پرواہی اور جہالت ہوا جنہوں نے رُوحانیت کو کالعدم کیا۔ اور لوگ ادنےٰ اور مادی زندگی میں ملوث ہو گئے انسانی تاریخ کے ان نازک وقتوں پر کوئی نہ کوئی پیغمبر ہمیشہ اس پیچیدگی بدی خود غرضی۔ ریاکاری۔ اوہام پرستی ظاہری رسم ورواج کے دور کرنے اور انسان کو سادگی۔ صداقت دیانت خوشی اور امن کی طرف بلانے کو کھڑا ہوا۔ ایسے ہی پیغمبر موسیٰ۔ گوتم بُدھ۔ مسیح اور محمدؐ علیہم السلام والتحیۃ تھے۔ وہ سب کے سب انسان تھے۔ گو الٰہی فطرت وصفات سے متصف تھے۔ ان میں سے ہر ایک کی رُوح نورِ الٰہی سے درخشاں اور بنی نوع آدم کی محبت سے پُر تھی۔ ان کا مشن انکے دلوں میں گھر کر چکا تھا۔ اور ان کا تصوّر خدا کی ہستی اور ان قوانین کی نسبت جن سے اپنے اعمال و افعال کو باقاعدہ کر سکتے ہیں نہایت اعلیٰ و ارفع لیکن سادہ تھا۔ کسی پیغمبر نے خداوند تعالیٰ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک لا الٰہ الا اللہ کا قائل تھا +

موسیٰ۔ بُدھ اور محمد علیہم السلام نے نہ خود نہ ان کے مذاہب کے پیرؤں نے کبھی اسبات کا دعویٰ کیا ہے کہ وہ انسان کے رُتبہ سے بڑھ کر تھے۔ ہاں مسیح ناصری نے بھی کبھی خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ نہ (تاریخی مسیح نے) حقیقت میں اس عیسائی مذہب کی بنیاد رکھی جو اب لامحدود فرقوں کے مجموعہ کی شکل میں نظر آتا ہے +

بہترین عیسائیت اس تعلیم پر مبنی معلوم ہوتی ہے جو اناجیل میں مسیح کیطرف منسوب ہے، مگر ایک اور اس سے کہیں زیادہ وسیع عیسائیت بھی ہے جسے عموماً چرچینٹی یا کلیسیہ کا مذہب کہا جاتا ہے جو درحقیقت انسانی مسیح کی تعلیم پر مبنی نہیں بلکہ ایک ایسی فرضی شخصیت پر جس کو تمام صفات کاملہ کا مظہر بنایا جاتا ہے ۱۰

وضاحت۔ سادگی اور عملی قابلیت میں کوئی معلم یا پیغمبر عرب صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہیں ہوا۔ جس نے بنی آدم کیلئے صاف ہدایتیں اور مثالیں ہر مسئلہ پر جو انسان کو پیش آسکتا ہے بیان کر دی ہیں۔ اور پھر آپ کی تعلیم آج تک اپنی اصلی شکل میں موجود ہے

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو اختراع نہیں کیا۔ بلکہ اپنی زندگی کے پورا ہونے سے پہلے آپ نے ایک منتظمہ مذہب یعنے اسلام کو قائم کردیا اور اپنی کوششوں کی کامیابی کو ملاحظہ فرمالیا۔ اوپر ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ نور الٰہی کی چنگاری کس طرح خدا اور انسان کے درمیان رشتہ قائم کردیتی ہے۔ اور جب انسان قرب الٰہی حاصل کرلیتا ہے تو اسے وہ درجہ حاصل ہو جاتا ہے جسے ہم اسلام کہتے ہیں۔ اسکی روح میں اطمینان پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ خدائے رب العالمین سے راضی ہو جاتا ہے۔ خواہ تم اس کا کچھ ہی نام رکھ لو یہ ایک امر واقعہ ہے جو مقدس کتابوں یا منتظمہ مذاہب اور ان کے دائروں اور ناموں سے پاک ہے +

ایسا انسان ان بزرگ پیغمبروں کی طرح جن کا میں نے ذکر کیا ہے مسلم ہے خواہ وہ زبان سے اقرار کرے یا نہ کرے۔ خدا کرے کہ اس دنیا کی بہتری اور اصلاح کیلئے بہت سے مسلم پیدا ہوں اور روح اسلام جو مذہب کا جوہر ہے۔ بنی نوع انسان کے لئے اصلی نجات اور فلاح کا موجب ہو۔ آمین

مشرق و مغرب

اس وقت ایشیا کے مقابلہ میں یورپ کا قدم میدان ترقی میں بہت بڑھا ہوا ہے۔ اور تمام اچھی باتیں جو مادی دنیا میں نظر آتی ہیں یورپ ہی کی تہذیب اور تمدن کی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ بلکہ اس تہذیب کے حامی و دلدادہ روحانی اور اخلاقی دوڑ میں بھی اسی کی فتح تیز بتلاتے ہیں۔ اس امر کی تحقیقات اسلئے خالی از دلچسپی نہ ہوگی کہ یہ دعویٰ واقعات کی روشنی میں کہاں تک صحیح ہے اور تجربہ کی کسوٹی پر کس درجہ تک ٹھیک اُترتا ہے۔ اس بات سے تو کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔ کہ یورپین قوموں نے سائنس کے خزانوں کی تحقیقات میں اور انہیں عوام کے سامنے پیش کرنے میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے۔ اور اس ادعی ہم

سے اپنی روزمرہ ضروریات کو احسن طور پر پورے کرنے میں کمال حاصل کیا ہے۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اہل یورپ کی سمجھ اور دانائی سے جو بات ابھی کل ہی ناممکنات سے تھی وہ آج معمولی خیال کیجاتی ہے تو ہماری عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اگر ان کی بےمثال ترقی اور کمال کو ہم ہیچ خیال کریں اور اُسے وقعت کی نظر سے نہ دیکھیں تو یہ ایک نہایت کمینہ حرکت ہوگی۔ تاریخ بہت کم ایسے زمانوں کا ذکر کرتی ہے جبکہ تہذیب کے مادی پہلو پر نظر ڈالنے سے علوم وفنون کی وسعت اور نظم وضبط کا اعلے نمونہ ہمیں دکھائی دے اس کا ثبوت آسانی سے مل سکتا ہے۔ مثلاً مشرق کا رُخ مغرب کیطرف ہو رہا ہے۔ اور وہ اپنے تمام کاروبار اور اپنے تمام محکمہ جات کو یورپ کے سانچوں میں ڈھال رہا ہے اور اپنی عملی زندگی میں مغربی اصولوں کی پیروی کر رہا ہے۔ گویا وہ مغربی طرز و اصول کی فوقیت کو تسلیم کر رہا ہے۔ ہوائی جہازوں۔ کلدار توپوں اور بغیر تار کے خبر رسانی کے محکمہ کو دیکھ کر وہ ششدر رہجاتا ہے۔ اور اگر زندگی کیلئے صرف یہی سامان کافی ہوتا اور اسکی غرض وغایت صرف اسیقدر ہوتی تو وہ اس تہذیب کی تہ تک پہنچنے کے خیال کو دماغ سے نکال دیتا جس کی وہ حد سے زیادہ تعریف کر رہا ہے۔ لیکن جب کبھی مشرق نے مغربی اخلاق اور مذہب کے بارے میں توجہ کی اور کسی جدید اور تازہ بات کو حاصل کرنیکی کوشش کی تو اُسے ہمیشہ ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑا۔ اُسے بقول شخصے قبر کے سفید شاندار گنبد کے اندر ایک گلا سڑا مُردہ ہی نظر آتا ہے لہٰذا اسکے اخلاقی نور نے اُسے یقین دلادیا کہ وہ عمارت جس کی بُنیاد حرص پہ یا۔ ناجائز جبر پر ہو اور سچی انسانیت کے مستحکم اصولوں کے ستون اُسے سہارا نہ دیں۔ وہ بہت دیر تک کھڑی نہیں رہ سکتی اور اس کا اسباب پر بھی پختہ ایمان ہوگیا کہ سب ظاہری پردے جس کے اندر سیکاریوں کا ایک جال بچھا ہوا ہے آخرش بے سود ہو جائیں گے۔ بہرحال یورپ کا پلڑا بھاری ہے۔ اس کے ہاتھ میں لاٹھی ہے اور مشرق سر تسلیم خم کئے کھڑا ہے +

مگران اسباب کا مطالعہ بڑے غور سے کیا جانا چاہیئے جن سے یورپ اپنے موجودہ دنیاوی ترقی کے معراج پر پہنچا ہے خود اہل یوروپ کی رائے ہے کہ انکی تہذیب تین عناصر سے مرکب ہے۔ اول سفید رنگ دوئم یوروپین نسل سوئم عیسائیت۔ جنگ روس اور جاپان سے پہلے یوروپ بھر میں یہ خیال تھا کہ ترقی کی شاہراہ پر قدم مارنے کیلئے یہ تینوں باتیں از بس ضروری ہیں۔ اور کوئی قوم ترقی کا مُنہ

نہیں دیکھ سکتی جب تک اسمیں یہ خصوصیات پیدا نہ ہو جائیں لیکن جاپانیوں کے یوروپین طریق عمل کی کامل طور پر تتبع کرنے اور دنیا کے حالات کے مطابق روش اختیار کر لینے سے یورپ کی رائے کا بودہ پن ظاہر ہو گیا ہے۔ جاپان نے اسی راہ پر چلنے کی قوت حاصل کر لی ہے جسے اختیار کئے بغیر یورپ کی نظر میں کوئی قوم مہذب ہو سکتی ہے اور لطف یہ ہے کہ اُسنے نہ تو اپنا مذہب تبدیل کیا ہے نہ اسکی رنگت میں فرق آیا ہے اور نہ نسل میں اختلاط ہوا ہے۔ بلکہ ایشیائی قوموں کا خاصہ ان میں اب تک موجود ہے کم از کم اسبات سے یہ تو ثابت ہو گیا ہے کہ اہل مشرق باوجود قدامت پرست سمجھے جانے کے اور باوجود اپنے نام نہاد وحشیانہ پن کے عملی رنگ میں تہذیب کے زینہ پر چڑھ سکتے ہیں اگر وہ چاہیں۔ اور زمانہ حال میں علامات بھی اس قسم کی نظر آرہی ہیں لیکن اس وقت تک کیوں مشرق نے اس طرف رُخ نہیں کیا۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کی تہ میں اصلی اور صحیح طور پر ضروری امور موجود ہیں مشرق کو تا حال اسبارے میں اطمینان نہیں کہ یورپین تہذیب اور خیال اس قابل ہے کہ اسکی تقلید کر کے وہاں تک پہنچا جائے۔ اور تمام باتیں جنہے یوروپ پیش کرتا ہے اُسے صحیح و سچی تہذیب خیال نہیں کرتا۔ اور اسکی نظر میں یہ سب کچھ ایک ابدی سمندر میں طوفان کی مانند ہے جو اس وقت ساکت ہو جائیگا جبکہ مادی قوتیں اور طاقتیں کمزور ہو جائیں گی۔ اور اخلاقی کُرہ ہوائی مسلط ہو جائیگا۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ مشرق میں تغیر پیدا ہو رہا ہے اور ہوتا چلا جائیگا۔ اس خیال سے نہیں کہ مغربی قوموں کے نمونے اعلےٰ اور عمدہ ہیں۔ یا انہیں یقین ہے کہ انکے اپنے اخلاقی معیار خام اور ادنےٰ ہیں بلکہ اس خیال سے کہ نام نہاد مہذب قومیں انکے اخلاقی اور قدرتی ذرائع پر دست تعدی دراز نہ کریں مگر یہ سب معاملہ انہیں راہوں پر چلنے اور انہیں ذرائع کو اختیار کرنے سے طے ہو سکتا جو مغربی دنیا کی سمجھ میں آئے ہیں +

سیرت نبوی آنحضرت صلعم کی زندگی کا مختصر خاکہ۔ آپکے اخلاق فاضلہ کی سچی تصویر۔ اس کتاب میں نہایت خوش اسلوبی سے بتایا گیا ہے جو سب سے زیادہ آپکے اندرونی حالات سے واقف تھے وہی پہلے مسلمان ہوئے کیسطرح دعویٰ نبوت کے بعد آپ پر مشکلات کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اور مسلمانوں کو اذیتیں پہنچیں لیکن آخر اسلام کے سادہ اصولوں نے لوگوں کے دلوں پر قبضہ کر لیا۔ اور اخوت اسلامی قائم ہو گئی قیمت ۵ر

ملنے کا پتہ منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل احمدیہ بلڈنگس لاہور

جمہوریت اسلام

(از قلم فیض محمد صاحب)

نبی کریم صلعم نے اوائل میں جب اسلام کی بنیاد رکھی تو آپ کی زندگی قریش اور دیگر قبائل کی دشمنی سے معرض خطر میں پڑ گئی۔ مکہ سازش کا گھر بن گیا۔ اور آپ کو جان بچا کر وہاں سے بھاگنا پڑا مشکلات یہانتک بڑھ گئیں کہ آپ کو شاہ حبش کے پاس پناہ لینی پڑی۔ ایک مٹھی بھر جماعت جس نے اپنا وطن مال و اسباب خویش و اقارب سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر دیا۔ ان کیلئے بظاہر دنیا تاریک ہو گئی دشمنوں نے اسقدر تنگ کرنا شروع کیا کہ امن کی زندگی انکے لئے دشوار ہو گئی۔ اور مکہ سے ہجرت کر جانے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ نبی کریم صلعم باوجود اس خطرہ کے حضرت علی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ میں ہی رہے۔ اور باقی گیارہ آدمیوں اور چار عورتوں کی چھوٹی سی جماعت حبش میں جا کر پناہ گزین ہوئی۔ نجاشی نے ان مہاجرین سے نہایت عمدہ سلوک کیا۔ یہ خبر جب قریش کو ملی تو یہاں بھی انہوں نے مسلمانوں کا پیچھا چھوڑا اور ایک سفارت کو حبش روانہ کر دیا۔ تاکہ وہاں یہ ظاہر کریں کہ یہ پناہ گزین ایک ملزموں کی جماعت ہے۔ جسے فوراً ان کے حوالہ کر دینا چاہئے۔ نجاشی نے سب کو طلب کیا اور پوچھا کہ تم نے کس جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اس جماعت کے سردار نے جواب دیا کہ ہم سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ عیسائیت اور بت پرستی کے علاوہ تم کس مذہب سے تعلق رکھتے ہو۔ حضرت جعفرؓ نے جو اس جماعت کے سردار تھے ایک نہایت فصیح تقریر میں عرب کی جہالت کو بیان کیا اور فرمایا کہ ایک مصلح اور معلم کی اشد ضرورت ہے۔ جو وہاں کے لوگوں کو بت پرستی اور قبیح رسوم سے نجات دے۔ کیونکہ یہ ان کی تباہی کا موجب ہو رہی ہیں۔ ایک معلم اس ملک پر نازل ہوا ہے جس کا نام محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے جسے ہم سب نے خدا کا رسول اور پیغمبر مان لیا ہے۔ یہ ہمارا جرم ہے جس کی وجہ سے ہمیں ملزم قرار دیا جاتا ہے اور ہر قسم کی اذیتیں پہنچائی جاتی ہیں۔ اور جلاوطنی کی سزا دی جاتی ہے کیا آپ کی فراخدلی اور انصاف پسند طبع اس سلوک کو جائز قرار دیتی ہے کیا ایک انسان کا حق نہیں کہ جس چیز کو وہ صحیح سمجھتا ہے اسے اختیار کر لے۔ کیا میں اسلئے [illegible]

رہوں کہ میرے باپ دادا بت پرست رہے ہیں۔ میں اس معاملہ میں آپ سے انصاف کا خواہاں ہوں نجاشی کی ہمدردی بڑھانے کیلئے حضرت جعفرؓ نے نہایت خوش الحانی سے سورہ کہف کی تلاوت کی جس نے نجاشی کے دل پر جادو کا اثر کیا۔ وہ وفد کے ممبروں کیطرف متوجہ ہوا اور نہایت خوش خلقی سے کہا میں افسوس کرتا ہوں۔ کہ میں ان مہمانوں کو آپ کے حوالہ نہیں کر سکتا۔ عمر عاص جو اس وفد کا سردار تھا اپنی ناکامیابی پر بہت غضبناک ہوا اور اس نے بدلہ لینے کے خیال سے ایک خطرناک چال چلی جس میں اراکین دربار کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا مسلمانوں کی یہ جماعت دوبارہ نجاشی کے دربار میں حاضر کی گئی۔ سب کی آنکھیں ان پر لگی تھیں۔ اور ہر طرف خاموشی طاری تھی۔ سب سمجھتے تھے کہ شکار شیر کی زد میں آ چکا۔ نہایت غضبناک آواز میں عاص نے کہا۔ اے طاقتور بادشاہ جو تمام نیک و بد کا انصاف کرتا ہے کیا اسے علم ہے کہ یہ ملزم اسکے خدا حضرت مسیح کی نسبت کیا کہتے ہیں۔ حضرت جعفر نے معلوم کر لیا کہ اب انکی حالت اس شخص کی مانند ہے جو جلتے ہوئے جہاز میں سمندر پر ہو یا تو وہ اپنے آپ کو شعلوں کی نظر کر دے۔ یا لہروں میں غرق ہو جائے۔ کیا نبی کریم صلعم کی تعلیم کے مطابق وہ سچائی کا اظہار کر دیں اور نجاشی کے غضب کے لئے تیار ہو جائیں یا سچائی کو چھپا لیں حضرت جعفر کے نزدیک شاہانہ غضب سچائی کے مقابلہ پر ہیچ تھا۔ آپ نے نبی کریم صلعم کی سچائی قائم رکھنے کیخاطر موت کو ترجیح دی۔ آپ اپنی جگہ سے اٹھے۔ اور نہایت اطمینان کی آواز میں کہا۔ ہمارے معزز میزبان نے ایک سوال کیا ہے جس کا جواب دینا مجھ پر فرض ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ صاف گوئی اور سچ کہنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں اسلام کا سب سے بڑا رکن سچائی کے راستہ پر چلنا ہے۔ اور میں اپنے والدین رسول اور اللہ کے خلاف کرونگا۔ اگر میں حق گوئی سے رک جاؤں۔ موت کا خوف مجھے اپنے ضمیر کے مطابق کہنے سے نہیں روک سکتا۔ ہم مسلمان حضرت مسیح کو ایک انسان سمجھتے ہیں۔ وہ خدا کے ایک رسول تھے جو زمین پر اس کا پیغام لیکر آئے۔ اور یہ جاننا میرا کام نہیں کہ آپ کی تعلیم اور مقصد کو سمجھنے میں کتنی غلط فہمی ہوئی ہے۔ جس کا ثبوت

موجودہ سوسائٹی میں موجود ہے۔ اس دلیرانہ تقریر سے جس میں حضرت جعفر نے اپنے ایمان اور مذہب کو بیان کیا۔ حاضرین دربار ششدر رہ گئے۔ آپ نے خداوند تعالیٰ پر بھروسہ کر کے سچائی کو ظاہر کر دیا۔ اس دربار میں جہاں ایک حرکت ناز یبا کی وجہ سے جلاوطنی یا موت کی سزا دی جاتی تھی۔ قدیم مذہب کی یہ بیعزتی کفر سے بڑھ کر تھی۔ قریش اپنی یقینی فتح پر مسکرا رہے تھے۔ نجاشی کے چہرہ پر یکایک ایک روشنی سی چھا گئی۔ اور اس نے نہایت پرزور لہجہ میں کہا۔ حضرت مسیح ایک گھاس کے تنکے کی مانند تھے جسے ہوا ادھر ادھر لئے پھرتی تھی۔ قریش اور اراکین دربار کے لئے یہ الفاظ ایسے تھے۔ گویا ان پر ایک بم گر گیا۔ ان کی سب اُمیدوں پر پانی پھر گیا۔ تمام پادری جو لمبے لمبے چغوں میں ملبوس تھے بیتاب ہو گئے۔ ایک عیسائی دربار میں عیسائیت کی یہ بیحرمتی اور اپنے ہی بادشاہ کے یہ الفاظ ایک ایسا نظارہ تھا جس کی انہیں ہرگز توقع نہ تھی۔ نجاشی نہایت استقلال سے اپنی بات پر اڑا رہا۔ کیونکہ اسکی طبع سلیم گوارا نہ کر سکی کہ اسکی موجودگی میں ہی سچائی جمہوریت اور اخوت کی رُوح پامال کی جائے۔ اس واقعہ سے حضرت جعفر نے اسلام کا نام وہاں روشن کیا اور اسلام کو نیست و نابود کرنے کی کوشش بالکل ناکامیاب رہی۔ دربار برخواست کیا گیا۔ اور نجاشی نے اعلان کر دیا کہ اس جماعت کو میں کسی کے حوالے نہیں کر سکتا۔ بعد میں نجاشی نے اسلام قبول کر لیا +

لمعات انوار محمدیہ

حضرت رسول کریم صلعم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسین معاشرت کا فوٹو علمی۔ ادبی۔ اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہائے زندگی کا دلکش مرقع حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری و حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء و جناب محمد مارمیڈیوک پکتھال صاحب و جناب ایس۔ اے۔ شیخ مصنف ٹریزرٹ و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہیں۔ اور آنحضرت کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت ۶ر بیجلد مجلد ۱۰ر

المشتہر منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

ایک سچّا انسان

ایکدفعہ ایک نوجوان انگریزی خاتون نے ایک پادری سے پوچھا۔ کہ مذہب اسلام کے عقاید کیا ہیں۔ محترم شریف کا جواب قابل غور ہے۔ کہنے لگا "محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک سچّا انسان تھا۔ اور خلوص دل سے خدا کی عبادت کرتا تھا۔ لیکن اس نے چرچ کی برکتوں کا انکار کیا۔ لہٰذا اس کا شمار کھوئی ہوئی روحوں میں ہے" پھر فرمایا۔ عیسائی مسیح کی تعلیم کی پرواہ نہیں کرتے۔ لیکن مسلمان اپنے نبی کی تعلیم پر پورے طور سے کاربند ہیں وہ خدا اور حیات آئندہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان کا ضابطہ اخلاقیات بہت اعلےٰ ہے" لیڈی نے پوچھا اگر امر واقعہ یہی ہے۔ تو ان لوگوں کی طرف مشنری بھیج کر روپیہ ضائع کرنے سے حاصل؟ پادری صاحب بولے" ان کو یہ کہنے کیلئے کہ حضرت مصلوب کو نجات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ تسلیم کر لو"+

آؤ اس معاملہ میں ذرا زیادہ غور کریں۔ اس کا اپنا اقرار ہے۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سچّا انسان تھا۔ اور خدا کی عبادت خلوص سے کرتا تھا۔ اس سے یقیناً ہر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ ایسی زندگی فردوس کے انعام کی مستحق تھی۔ رسُول کریم کے متعلق تسلیم کرنا۔ کہ آپ صحیح معنوں میں انسان ہیں صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ آپ میں وہ سب صفات تھے جو انسان کو اس قابل بنا سکتے ہیں۔ کہ وہ تمام حقوق و فرائض کو جو اس پر بحیثیت انسان عائد ہوتے ہیں بخوبی ادا کر سکے۔ ہم مسلمان جانتے ہیں کہ مہد سے لحد تک ہمارا مقدس نبی صلے اللہ علیہ وسلم حقیقت میں "ایک سچّا انسان" تھا۔ ہم اس کے بچپن کے حالات جب وہ اپنے دادا کے ساتھ تھا۔ پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسطرح ہر دلعزیز بن رہا تھا۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ وہ ابو طالب کے پاس رہتا تھا اور وطن کا ہر بوڑھا یا جوان اسکی عزّت کرتا تھا۔ ہمیں وہ ستاروں بھرے گنبد فلک کے نیچے ریوڑ

چراتے ہوئے نظر آتا ہے۔ اس کا روح اسرار قدرت کا ہم راز اور اس کا دل اس پردے کو پھاڑنے میں مشغول جو ہم کیا ہیں"۔ اور ہم کیوں قائم ہیں کے بھید کو چھپائے ہوئے ہے ہم اسکی پیاری بیوی خدیجہ کو جانتے ہیں ہمیں معلوم ہے کہ بحثیت ایک خاوند وہ دنیا کیلئے ایک نہ ہمیں معلوم ہے کہ ایکدفعہ جب خدیجہ اپنے خاوند کی واپسی کا دریچہ میں بیٹھے انتظار کر رہی تھی تو اس نے بہت فاصلے پر شہر کیطرف آتے ہوئے سوار دیکھے۔ اس نے سب سے آگے والے پر نظر جمائی۔ اور کہا ایسا معلوم ہوتا ہے گویا فرشتے سے بازو اسکی حفاظت کر رہے ہیں ہم جانتے ہیں کہ

قدرت کے ساتھ مخفی اتحاد اسے حرا کی چوٹیوں پر لیگیا۔ اس نے رونق پہاڑی کی قسمت میں کوہ نور ہونا لکھا تھا۔ ہم اسے ہر روز وہاں جاتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اس کی پیاری بیوی اس کیلئے خوراک لاتی ہے۔ اور اسکی روح الہام الٰہی کیلئے بیقرار ہے۔ وہ عیش و راحت کی زندگی بسر کر سکتا تھا۔ وہ اپنی خوشی کو زیادہ کرنے کے لئے جو چاہتا خرید سکتا تھا۔ مگر غرور اور عشرت سے الگ ہو کر اس نے چٹان کے سخت فرش پر سونا پسند کیا۔ زندگی نہایت سادہ تھی۔ اور دل ان اعلیٰ خیالات میں مستغرق تھا۔ جو اس کے ہموطنوں کی سمجھ میں بھی نہ آسکتے تھے۔ مگر اس سے کچھ اور غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تارک دنیا نہ تھا وہ اپنے لوگوں کی مجلسوں میں بھی شریک ہوتا تھا۔ وہ ایک اچھا شہری تھا۔ اور اپنے فرائض کو پوری طرح بجالاتا تھا۔ وہ ایک **کامل انسان** تھا +

پھر پردہ اٹھتا ہے روشنی کی ایک شاندار کرن غار حرا پر پڑتی ہے۔ اور خدا کیطرف سے اسے ایک پیغام ملتا ہے۔ جو ہمیشہ کیلئے دنیا میں گونجیگا۔ خدا نے اسے اپنا آخری اور مکمل الہام انسانوں تک پہنچانے کیلئے چن لیا۔ یہاں ہم تھوڑی دیر کیلئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کیریکٹر کو سمجھنے کیلئے ٹھیرتے ہیں +

خدا کی نظر میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایک کامل انسان تھا۔ جو دنیا کے لوگوں پر ارادۂ ایزدی کو ظاہر کرنے کیلئے بہترین وجود تھا۔ اور آدمیوں کی نظروں میں وہ الامین یعنی وفادار اور معتمد علیہ تھا۔ عرب کے تاریک گوشوں میں خدا کی آواز پھر سنائی دی جیسی کہ عہد قدیم میں سنی گئی تھی

ایکدفعہ پھر دنیا اپنے خالق کے کلام سے گونجی۔ اور وہ نور آگیا جس نے صدیوں کی تاریکی توہم پرستی اور باطلہ عقیدوں کی نحوست کو دور کیا۔ جب ہم لیلۃ القدر مناتے ہیں تو کیا محسوس نہیں کرتے۔ کہ ایسی رات نسل انسانی کیلئے کیا معنی رکھتی ہے پیغمبر یکے بعد دیگرے مبعوث ہوئے ہر ایک نے تلقین کی اور چلا گیا۔ اسکی تعلیم کو لوگوں نے اپنے مطلب کے موافق منحرف کیا۔ حتٰے کہ کوئی لفظ بھی اپنی اصلی پاک حالت میں نہ رہا۔ تمام دنیا نبی موعود کیلئے چشم براہ تھی آخر وہ نور فاران سے چمکا اور اہل زمین کو معلوم ہوا۔ کہ اللہ کا کلام نازل ہوا ہے۔ آؤ رسول کی مکی زندگی پر غور کریں۔ اس نے نہایت دلیری سے خدا کا پیغام سنایا جسکے عوض اسے پورے تیرہ سال تک ظلم و تعدی مضحکہ اور بے عزتی کا تختہ مشق بنایا گیا۔

آج کے کم ظرف انسانو ہمارے مبارک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ثبات سے سبق سیکھو جب تمہارے مذہب کے لئے تمہاری ہنسی اڑائی جاتی ہے تو خوش ہو کہ تم اس کے مبارک قدموں پر گامزن ہو۔ جب تمہیں مضحکہ اور بے عزتی سے سامنا ہو تو اپنے آپ کو بے قابو نہ ہونے دو استقلال و ہمت سے کام لو۔ اور یاد رکھو کہ ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی جرأت و صبر سے دشمنوں کو دوست بنایا تھا۔ وہی زندگی ہماری زندگی کیلئے نمونہ ہونا چاہیئے ہمارا فرض ہے کہ اسکی معجزانہ زندگی کی ہر تفصیل کو دیکھیں۔ اور اس کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ ہاں پھر تم جو سپاہیوں کی طرح لڑتے ہو۔ یاد رکھو کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ایک اسوہ حسنہ ہے اس پر بھی مخالفوں نے حملہ کیا تھا۔ وہ بھی قلیل التعداد والوں میں سے تھا۔ مگر وہ بالآخر مظفر و منصور ہوا۔ اور پھر جب اس کے دشمن اس کے پاؤں میں بے بس خاک تھے۔ تو کیا اس نے وہ لمبے مصائب و ظلم کے سال یاد کیئے؟ کیا وہ کینہ جو بھی تھا؟ کیا اس نے ان سے وہی سلوک کیا جس کے وہ مستحق تھے۔ اور جس کی انہیں خود توقع تھی؟ نہیں۔ وہ اللہ کا رسول تھا۔ اور اللہ رحیم اور رحمن ہے۔ جب اس کے دشمن مغلوب ہو گئے تو کیا اس نے اپنی زندگی کو بدل ڈالا؟ کیا وہ مغرور اور متکبر تھا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ لہٰذا آج اس عیسائی کے الفاظ امر واقعہ کو بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ ایک سچا انسان تھا۔ "جو خدا کی عبادت اخلاص سے

کرنا تھا" ہم مسلمان خوب جانتے ہیں ۔ کہ یہ صرف امر واقعہ کا صحیح بیان ہے ۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف متواتر و طویل نماز کے توسط سے ہی خدا کی عبادت نہیں کی ۔ بلکہ ہر ممکن طریقہ سے خدا کی عبادت میں شامل رہے ۔ وہ تمام مخلوق کیلئے مہربان اور سخی تھا ۔ اور بنی آدم کی خوشی اور بہتری ہمیشہ اسکو مدنظر تھی ۔

اے اللہ ۔ ان عقلمندوں کی جہالت اور بیوقوفی کو کیا کیا جائے ۔ خدا ان کو معاف کیجئے ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی روح آج عرش معلے پر خدا کے حضور میں درخشاں ہے ۔ اے مسلمانو ان غریبوں کی کوتاہ نظری پر رحم کھاؤ جو ابھی روشنی میں نہیں آئے ۔ اور ان کو نور کی طرف راہ دکھانے کی کوشش کرو +

اب ہم دوسرے حصے کو لیتے ہیں ۔ عیسائی مسیح کی تعلیم کی پرواہ نہیں کرتے لیکن مسلمان اپنے پیغمبر کی تعلیم پر پوری طرح کاربند ہیں وہ (مسلم) خدا اور حیات بعد ممات پر ایمان رکھتے ہیں ۔ اور ان کا ضابطہ اخلاقیات بہت اعلی ہے ۔ میرے خیال میں متذکرہ بالا اعتراف پر میری قلمرانی کی کوئی ضرورت نہیں الفاظ اپنی ترجمانی خود ہی کر رہے ہیں ہل مشنری تبلیغ کے نے سود نتیجے جواب پر نظر ڈالنی چاہئے " انکو یہ تا نیچے لو کہ حضرت مصلوب کو نجات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ تسلیم کریں" کیا عجیب بات ہے ہیں نے کبھی نہیں سنا کہ مسلمانوں نے مسیح کا انکار کیا ہو ۔ ہم مسلمان حضرت مسیح علیہ السلام کی عزت کرتے ہیں عیسیٰ ابن مریم خدا کا رسول تھا ہم مسلمان ہوکر اسکی اپرے درجہ کی عزت و تکریم کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے +

نجات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ اگر معزز شریف کے خیال کے مطابق صرف "تسلیم کر لینا" ہی نجات کی کنجی ہے تو مسلم سب کے سب ناجی ہیں ۔ مگر "نجات حاصل کرنے کے واحد ذریعہ" سے اسکے پہلے الفاظ پر غور کرتے ہوئے یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی تعلیم پر ایمان لانا کوئی ضروری چیز نہیں ۔ اصل بات تو مسیح کی برکات کا اقرار ہے +

اب ہم صاف صاف کہے دیتے ہیں ہمیں کلیسیا کی برکات سے قطعاً انکار ہے ۔ اور اس تمام مجموعہ مسائل علم آلہیات کو جو بالکل ناقابل فہم ہے ہم رد کرتے ہیں مگر

ہم اس پیغام پر خدا کی طرف سے حضرت عیسیٰ پیغمبر خدا کی طرف آیا ایمان رکھتے ہیں مجموعہ مسائل نوانسانی کا اُستانی ہے۔ اور پیغام خدا کی طرف سے ہے ہم اپنے غیر مسلم احباب سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ ٹھنڈے دل سے غور کریں دل سے غور کریں۔ کہ ان دونوں باتوں میں سے کونسی بات ذریعہ نجات ہو سکتی ہے۔ اب ہم اپنے رسول اکرم صلعم کے متعلق بتاتے ہیں کہ وہ پیغام جو آپؐ لائے۔ وہ اس وقت تک اپنی اصلی حالت میں رہا ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی ملاوٹ اور آمیزش نہیں ہوئی۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت ہُوا۔ قرآن شریف کا ایک لفظ بھی تبدیل نہیں کیا گیا اور نہ اسکی کوئی آیت حذف کی گئی ہے۔ ہمارے دشمنوں اور دوستوں کو چاہئے کہ وہ ہماری مذہبی تعلیم کو خود دیکھیں۔ اور پھر رائے زنی کریں۔ اور دوسروں کی تحریر اور تقریر پر اعتماد نہ کریں۔ ان تمام پیغامات میں جو پہلے پیغمبروں کے ذریعہ پہنچے تحریف کر دی گئی ہے۔ اور وہ تغیر و تبدل اور آمیزش سے خالی نہیں لیکن قرآن کریم جو صداقت سکھلاتا اور بشارت دیتا ہے ہیرے کی طرح اس وقت بھی چمکتا ہے جس کی انتظار میں تمام عالم تھا۔ پادری صاحب کو چاہئے کہ وہ اپنی مقدس کتاب میں حضرت عیسیٰ کے الفاظ کا مطالعہ کریں جنمیں محمد صلعم کی آمد کی بشارت دی گئی ہے۔ آپ کو حضرت عیسیٰ نے شہزادہ صدق کے نام سے ہی آپ حقیقت میں صادق اور صحیح معنوں میں انسان تھے۔ اور جب آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچا دیا تو اس وقت واقعی وہ پیشگوئی جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کے الفاظ میں پوری ہوئی +

اپیل

زمانہ قدیم سے اسلام اور عیسائیت غلبہ حاصل کرنے کیلئے باہم بر سر پیکار ہیں اس جنگ کے اوائل میں جب مذہب ہی ایک مسلم کی زندگی کا نصب العین ہوتا تھا تو اس وقت

صلیب ہلال کے مقابل ہیچ ثابت ہوئی لیکن جونہی مسلمانوں نے مذہب کو چھوڑا ان پر مصائب ٹوٹ پڑیں۔ ان میں تنزل رونما ہونے لگا۔ مذہب کی بدولت ہی مسلمان دنیا کے ایک بڑے حصہ پر حاکم ہو گئے۔ اسلامی تعلیم و تمدن پھیلانے کی دھن تھی جو مسلمانوں کو دنیا کے مختلف کونوں میں لے گئی۔ اور انہیں ایک ایسی تہذیب کا بانی بنا دیا جسکی نظیر دنیا میں نہیں ملتی لیکن جب انہوں نے اعلیٰ مقاصد کو ترک کر کے دنیاوی خواہشات اور خود غرضی کے خیالات کو دل میں جگہ دی تو ان کی حالت بھی بدلنی شروع ہو گئی اگر مسلمان اپنی کھوئی ہوئی شان و شوکت پھر حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو اسکی یہی راہ ہے حبل اللہ یعنی قرآن کو مضبوط پکڑ کر اپنے پہلے طریق زندگی کو اختیار کریں +

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔ ترجمہ تحقیق اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا۔ جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں +

خدمت دین سے ہی مسلمان دنیا کے حاکم بنے۔ اور اسی طریق سے پھر وہ اپنی گمشدہ بزرگی پا سکتے ہیں۔ اس جنگ کا فیصلہ کن معرکہ اب بذریعہ قلم ہی ہو گا۔ اسلام کو عیسائیت کے خلاف اب ایک اور سخت جنگ درپیش ہے جو کاغذ پر ہی لڑی جائیگی آجکل اشاعت کا زمانہ ہے۔ اور اسکے لئے عیسائیت کے پاس مال و دولت آدمیوں اور ذرائع کی کمی نہیں لیکن اسلام کی اس کمی کو ایک دوسری بات سے تقویت پہنچتی ہے۔ عیسائیت کا عقل و ادراک کے خلاف ہونا ایک ایسا گھن ہے جس نے عیسائیت کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ حال ہی میں الوہیت مسیح کے متعلق ڈین آف کارلزلی پرنسپل میجر آف آکسفورڈ اور دیگر اراکین کلیسیا کا اعلان عیسائیت کیلئے برق سوزان ثابت ہوا ہے۔ یہ اس اسپرٹ کا اظہار ہے جو کلیسیا کے غلط عقاید کے خلاف عوام میں پیدا ہو چکی ہے۔ اس کے بالمقابل اسلام کی ارفع تعلیم نے لوگوں کو گرویدہ بنا لیا ہے جسے نہایت محدود ذرائع کے ساتھ ہم ان تک پہنچا سکتے ہیں۔ اسلئے آدھی فتح تو ہم نے حاصل کر لی ہے ضرورت صرف ایک مجموعہ کوشش کی ہے پھر انشاء اللہ ہم ایک بینظیر فتح حاصل کریں گے تعلیمیافتہ حلقہ پر تو عیسائیت کا راز کھلگیا ہے وہ سمجھتے ہیں۔ کہ عیسائیت کی عمر کا جام لبریز ہو چکا اور اسکی بجائے

ایک نئے دور کی ضرورت ہے۔ یورپ عیسائیت کے عقاید سے تنگ آچکا ہے جو عقل کے خلاف ہیں۔ اور عملی زندگی میں کوئی راہنمائی نہیں کرتے۔ جنگ یورپ کے بعد عیسائی دنیا کے خیالات میں ایک عظیم الشان تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ اور مختلف شعبہائے زندگی کو نیا جامہ پہنایا جا رہا ہے۔ اور سچے دل میں ایک اعلیٰ اور پاک زندگی کی تڑپ ہے جسے پورا کرنے میں عیسائیت بالکل ناکامیاب رہی ہے۔ ان خیالات کا اظہار سپرچولزم۔ یونیورسلزم۔ نیوتھاٹ جیسی تحریکوں کے ذریعہ ہو رہا ہے۔ جن سب میں ایک حد تک اسلامی تعلیم پائی جاتی ہے۔ اور جو اسلامی تعلیم کے ایک حصہ کو ظاہر کرتی ہیں۔ کیا مسلمانوں پر اپنے خدا کی طرف سے یہ فرض نہیں کہ وہ اسلامی تعلیم اور حقائق کو مغرب پر ظاہر کریں۔ کیا یہ بنی نوع انسان کی سب سے بڑھ کر خدمت نہیں کہ اسلام کے منور چہرہ کو لوگوں پر ظاہر کیا جائے۔

ہمارا مشن خدا کے فضل سے اس کام کو بخوبی سرانجام دے رہا ہے۔ ہم اسلام کے متعلق تجسس کی روح پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اور اہل دیاغ ایک محدود دائرہ میں اسلام کی نسبت بہت سی غلط فہمیوں کو دور کر چکے ہیں۔ اور سینکڑوں کی تعداد میں عیسائیوں نے اسلام کی سچی تعلیم کو قبول کر لیا ہے لیکن کیا اسی پر اکتفا کرنا چاہئے۔ یہ کام تو اس قدر وسیع ہے کہ جو کچھ ہوا ہے وہ سمندر میں سے ایک قطرہ بھی نہیں۔ پہلے کبھی عوام میں اسلام کا اتنا چرچا نہیں ہوا جتنا آج ہو رہا ہے۔ پریس اور پبلک جلسوں میں اسلامی معاملات پر بڑی دلچسپی سے بحث کی جاتی ہے۔ اب تعدد ازدواج اور تلوار کے استعمال پر اعتراض کئے جاتے ہیں جو اس بیداری کا نتیجہ ہے۔ ان حالات میں اس بات کی سخت احتیاج ہے کہ اسلام کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنی چاہئے۔ ہمیں مختلف گروہوں اور سوسائٹیوں میں اسلام پر گفتگو کرنے کیلئے بلایا جاتا ہے ہم ہز ہائنس بیگم صاحبہ بھوپال کے زیر احسان ہیں کیونکہ آپ ہمیشہ مشن کے کام میں دلچسپی لیتی رہی ہیں۔ ہز ہائنس نواب صاحب بہاولپور کی فراخدلی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کیونکہ حال ہی میں آپ نے ہمیں مشن کے کام کی زیادتی کو پورا کرنے کے قابل بنا دیا ہے۔ ان فرمانرواؤں کے علاوہ ہم رنگون کے ملک التجار سر عبدالکریم جمال کی عنایت کے مشکور ہیں کہ آپ نے ہمیں اس کار خیر کیلئے چند ایک قابل مشنری مہیا کر دیئے لیکن ہمیں اسباب

کو ظاہر کرنا ہی کہ ہمارے پاس اسقدر اسلامی لٹریچر موجود نہیں کہ جو اسکی ضرورت کو پورا کر سکے ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اس امر کو ان بہن بھائیوں پر ظاہر کر دیں جو خدمت دین کے کام میں دلچسپی لیتے ہیں کہ کتابوں - رسالوں اور پمفلٹوں کی شکل میں ہمارے پاس اسلام پر ایک مستقل لٹریچر ہونا چاہئے جسے ہم اس ملک کے چاروں طرف پھیلا دیں +

"اسلام اینڈ مسلم پرسپٹر" کی طبع بھی ہمارے ایک مربی کی مہربانی کا نتیجہ ہے جو اپنا اسم گرامی ظاہر نہیں کرنا چاہتے - اس کتاب کی پانچہزار کاپیاں جو پہلی اڈیشن میں شائع ہوئیں ان میں سے اب ایک بھی باقی نہیں - اسی مکرم دوست کی بدولت ہم اس کتاب کی دوسری اڈیشن چھپوانے لگے ہیں - ایکدوسری کتاب دی سینگز اوف محمد جسے بیگم صاحبہ نواب حکیم الدولہ خان صاحب مرحوم چیف جسٹس حیدر آباد ہائیکورٹ کی مہربانی سے ہم نے پانچہزار کاپیوں کی تعداد میں چھپوایا ہی اسلام کے ایسے ہی اور بیشمار موضوع پر بہت سی تصانیف کی سخت ضرورت ہے جنہیں وسیع پیمانہ پر تقسیم کیا جا سکے - ان واقعات کی موجودگی میں ہم کل برادران اسلام سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس اہم فرض کو محسوس کریں - کیونکہ آج مغربی دنیا اسلام کا پیغام سننے کو تیار ہے - اسلام کے متعلق بیداری پیدا ہو چکی ہی ہمیں صرف اسلام کے رخ تاباں سے نقاب ہٹانے میں ایک جدوجہد اری چاہیے - اگر ہم تین سو مرد اس کام میں حصہ لے تو خدا کے فضل سے کامیابی یقینی ہے - اسلئے سب کی خدمتمیں ہماری یہ درخواست ہے - کہ ہر ایک مسلم بھائی اور بہن اپنی استطاعت کے موافق اس کام میں ہماری امداد کریں ہماری یہ خواہش ہی کہ سرزمین انگلستان میں اسلامی لٹریچر کا ایک دریا بہا دیں اور ہر ایک لائبریری میں اسلامک ریویو کی ایک کاپی مفت تقسیم ہوا کرے - کیا آپ کیطرف سے اس آواز کا کوئی جواب ملیگا - ان تصانیف کے سلسلہ میں پہلی کتاب اس اعتراض کے رد میں شائع ہوگی کہ عورت روح نہیں رکھتی +

یہ وہ اعتراض ہے جو سینما کی تصویر (Harem of Stamboul) میں اسلام پر کیا گیا ہی - اس غلط فہمی کا علاج یہی ہی کہ اسلامی لٹریچر کی اشاعت وسیع پیمانہ پر ہو - امید ہے کہ برادران اسلام اس کام میں ہماری امداد فرمائیں گے +

مینیجر اسلامک ریویو - مسجد ووکنگ - انگلستان جنوری سنہ ۱۹۲۲ء

تازہ مطبوعات مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

رازِ حیات یا انجیل ۔ بلا جلد ۵ر مجلد ۱۰ آنہ
توحید فی الاسلام ۔ بلا جلد ۴ر مجلد ۵ر
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں قسم اول ۴ر دوم ۱۴ر مجلد ۵ر و ۳ر
اسلام اور علوم جدیدہ ۵ قیمت ۱۴ر
ذات عالم کا مذہب ... ۸ر
مطالعہ اسلام ... زیر طبع
بالضیات اسلام ... "
براہین نیرہ حصہ اول معروف بہ زندہ و کامل الہام ۱۲ر مجلد ۳ر
ام الالسنہ معروف بہ زندہ و کامل زبان ۱۲ر مجلد ۳ر
اُسوہ حسنہ معروف بہ زندہ و کامل نبی ۸ر مجلد ۱۴ر
خطبات عربیہ ۔۔ بلا جلد ۱۴ر مجلد ۳ر
" (۱) مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات ۲ر
" (۲) توحید و عاء تصوف ۲ر
" (۳) خطبات عیدین ... ۲ر
" (۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب ... ۲ر
" (۵) اسلام اور دیگر مذاہب ... ۲ر
" (۶) حقوق نسوان ... ۲ر
سیر افکار یار و حانیات فی الاسلام زیر طبع
ہستی باری تعالیٰ ... "
ضرورت الہام ۔ بلا جلد ۱۲ر مجلد ۳ر
مسیح کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر ۶ر

مسلم مشنری کے ولائتی لیکچر حصہ اول ۱ر حصہ دوم ۱ر
" حصہ سوم ۱ر صحیفہ آصفیہ ۲ر بنگال کی بجلی ۱ر
کرشن اوتار ۱ر
لمعات انوار محمدیہ قیمت ۶ر مجلد ۱۰ر
اسلام یعنی بنی نوع کا مذہب ... ۵ر
تائید حق ... ۸ر
اسرار سلیمانی ... ۸ر
لندن میں جلسہ میلاد النبی صلعم ... ۳ر
پیغام صلح ... ۱ر
جام عرفان (مجموعہ نظم) ... ۱ر
سیرت نبوی ... ۵ر
دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ سقراط مسیح حسین بلا جلد ۱ر مجلد ۱ر
سیرت خیر البشر ۔ ۱۰ر مجلد ۱۰ر
جمع قرآن ... ۱۲ر
النبوۃ فی الاسلام ۸ر مجلد ۸ر
مسیح موعود ... ۸ر
حدوث مادہ ... ۵ر
سرمہ چشم آریہ ... ۱۴ر
عصمت انبیاء ... ۹ر
اسلامی اصول کی فلاسفی ... ۱۲ر
ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب ۶ر

سلک مروارید

یہ ان دس زبردست معرکۃ الآرا لیکچروں کا اردو مجموعہ ہے۔ جو حضرت خواجہ صاحب نے سنہ ۱۹۱۱ء سے لیکر سنہ ۱۹۲۱ء تک انگریزی زبان مختلف مقامات پر دیگر مذہب پر اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے مختلف موضوع کے ماتحت اسلام پر دیئے اور جسے مسلم بک سوسائٹی نے بکمال محنت و جانفشانی سے ترجمہ کرا کر شائع کیا۔ یہ دس جوٹی کے لیکچر دراصل بہت سے علمی۔ ادبی اخلاقی۔ تمدنی معاشرتی اور مذہبی معلومات کا ذخیرہ ہیں۔ اور حضرت خواجہ صاحب کے مذہبی لٹریچر کا اگر اسے نچوڑ کہا جاوے تو بیجا نہ ہوگا۔ اس بے بہا موتیوں کی لڑی میں اسلام کے تقریباً تمام اہم مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ ارکان اسلام کا فلسفہ نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ تمام ادیان باطلہ کی تردید کیلئے اسمیں کافی مسالہ موجود ہے۔ اور جن مسلم احباب کو مخالفین و دشمنان اسلام سے واسطہ پڑتا ہے۔ ان کے پاس ایسے درنایاب کا ایک نسخہ ہونا ازبس ضروری ہے عیسائیت کے لئے تو یہ نسخہ تریاق کا حکم رکھتا ہے +

یہ سلک مروارید اسلام اور قرآن کے حسن و جمال کا آئینہ ہے۔ اس روشن آئینہ میں اسلام کا حسن دلربائی جلوہ گر ہے اور اسلام کی اس مذہبی رواداری کا اسمیں تذکرہ ہے جو دیگر مذاہب کے متعلق اسلام رکھتا ہے۔ اس بیجا نسخہ عملی زندگی عبادت کی حقیقت۔ زندگی کا مکمل ہدایت نامہ۔ اسلام کی اخلاقی تعلیم عورتوں کی حالت علوم جدیدہ احیائے علوم بہشت و دوزخ اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر مشرح بحث کی گئی ہے۔ اور دلائل سے مذہب اسلام کو ایک سچا مذہب ثابت کیا ہے +

اب ذیل میں ان دس لیکچروں کے عنوان مع مقام سن و تقریب لیکچر کی تفصیل شائع کیجاتی ہے۔ جن پر یہ ضخیم کتاب تین سو آٹھ صفحوں پر مشتمل ہے۔ اور جس کا سائز ۲۰×۳۰ کی چھوٹی تختی ۱۶ صفحات کی ہے۔ قیمت بلا جلد ۸عہ اور مجلد عہ۱۲

نمبر	مضمون	تقریب	مقام	سنہ
۱	اسلام	جلسۂ مذاہب	الہ آباد	۹ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء
۲	اسلام اور اصول اسلام اور ان کا مقابلہ عیسائیت سے	دہریہ سوسائٹی	کیمبرج لندن	۲۷ اپریل سنہ ۱۹۱۳ء
۳	خصوصیات اسلام	مذہبی کانفرنس	پیرس (فرانس)	جولائی سنہ ۱۹۱۳ء
۴	اسلام عیسائیت اور دیگر مذاہب		اڈنبرا (لندن)	سنہ ۱۹۱۴ء
۵	عیسائیت اور دیگر مذاہب کی موجودگی میں ضرورت اسلام		لندن	۱۹ اپریل سنہ ۱۹۱۴ء
۶	اسلام اور علوم جدیدہ	محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس	دہلی	۴ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء
۷	عالمگیر اخوت اور عالمگیر ملت قائم کرنیکی غرض سے ایک آزادانہ مذہبی تحریک		لندن	سنہ ۱۹۱۸ء
۸	لیگ بین المذاہب	تبلیغی دورہ	وکٹوریہ پبلک ہال مدراس	۲۵ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء
۹	فلسفۂ اسلام	"	رنگون	سنہ ۱۹۲۱ء
۱۰	اسلام اور مفہوم	"	سنگاپور (سماٹرا)	سنہ ۱۹۲۱ء

درخواستیں بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ سٹیم پریس بیرون لوہاری دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی سیکرٹری اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا